اٹھارہواں مسئلہ

بدعت

احادیث نبویہ کی روشنی میں

بدعت کی قسمیں، احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

احادیث نبویہ میں بدعت کے دو اطلاق ملتے ہیں، اس طرح اس باب کی حدیثیں دو انواع میں منقسم ہوتی ہیں۔

نوعِ اول کی احادیث میں "بدعت" اور اس کے مترادفات "حَسَنَه" یا "سَیِّئَه" یا ان کے ہم معنیٰ کلمات سے مقیّد و موصوف نہیں ہوتے، بلکہ بغیر کسی ایسی قید و صفت کے ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

نوعِ دوم کی احادیث میں "بدعت" اور اس کے مترادفات "حَسَنَه" یا "سَیِّئَه" یا ان کے ہم معنیٰ کلمات سے موصوف و مقید ہوتے ہیں اور وہ بدعت اپنی قید و صفت کے لحاظ سے حَسَنَه یا سَیِّئَه ہوتی ہے۔ اس طرح بدعت کی دو قسمیں سامنے آتی ہیں: حَسَنَہ اور سَیِّئَہ۔

بدعتِ حَسَنَہ: دین میں وہ نیا کام جو شرعًا خیر اور اچھا ہو۔ بلفظ دیگر کتاب و سنت سے ماخوذ و مستنبط ہو۔

یہ بدعت فی الواقع ثابت بالسُّنّہ ہوتی ہے۔

بدعتِ سَیِّئَہ: دین میں وہ نیا کام جو شرعًا شر اور بُرا ہو، بلفظ دیگر کتاب و سنت کے مُزاحم

و مُخالِف ہو۔

یہ بدعت مطلقاً مردود اور ضلالت و گمراہی ہوتی ہے اور احادیث شریفہ میں جب " بدعت " کا لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو زیادہ تر یہی بدعت مراد ہوتی ہے جو سنت کے مزاحم ہو کر اسے رد کرتی ہے جیسا کہ نوع اول کی احادیث شاہد ہیں۔ (۱)

---

(۱) **احادیث میں "مطلق بدعت" سے مراد زیادہ تر بدعتِ سیئہ ہوتی ہے:**

چناں چہ رئیس المتکلّمین حضرت علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

احادیث وکلماتِ علما میں لفظ بدعت بمقابلۂ سنت واقع ہوتا ہے، اور مقابلۂ سنت وبدعت سے متبادر (دونوں کے درمیان) ضدّیتِ تامہ ہے، ولہذا اکثر علما "مخالفتِ شرع" کے ساتھ اس کی تفسیر کرتے ہیں:

❀ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

"ما أُحدث على خلافِ أمر الشارع ودليلهِ الخاصّ والعامِ."

❀ "شفا" میں ہے: مخالفةُ أمره –صلى الله تعالى عليه وسلم– وتبديلُ سُنّته ضلالةٌ وبدعةٌ للوعد من الله تعالى بالخذلان." ("الشفا"، ج:۲، ص:۱۱/ الباب الأول في فرض الإيمان لهٗ و وُجوب طاعتهٖ واتّباع سنّتِهٖ.)

اور غالب استعمال اس کا عقائد میں آیا ہے، ولہذا فرقۂ ناجیہ کو "اہل سنت" اور ارباب ہوا کو "اہل بدعت" کہا جاتا ہے۔

❀ "شرح سفر السعادۃ" میں ہے: "غالب در استعمال در عقاید افتد، چناں کہ مذاہب باطلہ اہل زیغ از فرقِ اسلامیہ" ("شرح سفر السعادۃ" بابِ أذکار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فصل در سلام وآداب، ص:۴۱۲)

❀ "بحر المذاہب" میں ہے:"البدعة مخالفة أهل الحق في العقيدة."

❀ امام قزوینی لکھتے ہیں:"المبتدع كل من يعتقد شيئا يُخالف الكتاب والسنة، ولا يتبع الرسولَ في الأقوال والأفعال.

❀ "درمختار" میں ہے:"البدعة: هي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول –صلى الله تعالى عليه وسلم–." (●"الدر المختار المطبوع مع ردّ المحتار"، ج:۳، ص: ۵۳۱، كتابُ الصلاة / باب الإمامة . ●وج:۱، ص:۶۰۴، دار الفكر)

❀ "بحر الرائق" میں ہے: البدعة (وعَرَّفها الشمنى: بأنّها- أي) ما أحدِث خلاف الحق المُتلقىٰ عن رسول الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة أو استحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً." ("البحر الرائق"، ج:۱،ص:۶۱۱، كتاب الصلاة/ باب الإمامة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(أصول الرشاد لِقمع مباني الفساد، ص:۷۳، ۷۴، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف)

ان عبارات سے دو باتیں بخوبی واضح ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ عرف شرع میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابل ہوتا ہے اور ایسی ہر بدعت بلا شبہہ گمراہی ہوگی۔

دوسرے یہ کہ بدعت کا یہ اطلاق عموماً عقائد میں ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ جو عقائد سنت کے خلاف ہوں گے وہ ضلالت ہوں گے۔ ۱۲ منہ

نوعِ اول کی احادیث

جو بظاہر قید وصفت سے مطلق ہیں

حدیث: "شر الأمور محدثاتها" اور "کل محدثة بدعة" کی نفیس توجیہ:

① عَنْ جَابِرٍ -رضي الله تعالى عنه-، قَال: قال رسولُ الله -صلى الله تعالى عليه وسلّم-: شَرُّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ.(۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بُرے امور بدعات (یعنی نئے نئے کام) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث میں "مُحْدَثَات" اور "بِدْعَت" کے الفاظ مطلق ہیں، ان کی کوئی قید یا صفت حَسَنَه یا سَیِّئَه یا ان کے ہم معنی الفاظ سے نہیں لائی گئی ہے، تو یہاں مُحدَثات اور بدعت کے الفاظ سنت کے مقابل ہیں اس لیے وہ ضرور ضلالت وگمراہی ہیں۔

② عَنْ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ:... فقال -صلى الله تعالى عليه وسلم-: ... إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ.(۲)

ترجمہ: حضرت عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ٢٨٥، كتاب الجمعة/ فصلٌ في الخطبة والصّلاة قصدًا، مجلس البركات.

❀ صحيح البخاري ج: ٢، ص: ١٠٠١، باب الاقتداء بسُنن رسول الله، مجلس البركات. اقتصر البخاري على: "شرّ الأمور محدثاتها".

(٢) سُنن أبي داؤد ص: ٥٠٤، كتاب السنة/ باب لزوم السنة، بيت الأفكار الدولية.

❀ جامع الترمذي ج: ٢، ص: ٩٢، أبواب العلم/ باب الأخذ بالسّنة و اجتناب البدعة، مجلس البركات.

❀ سنن ابن ماجه ص: ٢٢، كتاب المقدمة/ باب اتباع سُنّة الخلفاء الراشدين المهديين، بيت الأفكار.

❀ مسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ١٢٣٤، مسند الشاميين / حديث العرباض بن سارية، بيت الأفكار.

❀ صحيح ابن حبان ج: ١، ص: ١٧٩، كتاب المقدمة/ باب الاعتصام بالسنة، مؤسّسة الرسالة.

اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ نئے نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو، کہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں ہر "بدعت" کو گمراہی بتایا گیا ہے۔ اور گمراہی وہی کام ہو سکتا ہے جو حضور ﷺ کی سنتِ ثابتہ کے خلاف اور اس کے مزاحم ہو جیسے ناری فرقوں۔مثلاً خوارج و معتزلہ وغیرہ۔کے عقائد، غلام احمد قادیانی کا دعویٔ نبوت، یہ کہنا کہ حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کوئی نیا نبی آسکتا ہے، نماز میں حضور کا خیال آنے سے نماز چلی جائے گی، اور یہ خیال نمازی کو شرک کی طرف کھینچ لے جائے گا۔ اور بدعتِ حسنہ کا انکار، وغیرہ۔

حدیث: "من أحدث في أمرنا هذا" کی تشریح:

اور یہ توجیہ حدیث (۷) "مَنْ أحدَثَ فِي أمرِنا هذا ما ليس منه" سے ماخوذ ہے، اور اس کے پیش نظر مُحدَثاتُ الأمور اور کلُّ محدثةٍ میں إحداث سے مراد "إحداث في الدين ما ليسَ من الدّين" ہے۔ اور یہ ضرور سنت نبوی کے مزاحم و مخالف ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ حدیث نوعِ دوم کی احادیث مثلاً: "مَنْ سنَّ سُنّةً حَسَنَةً" وغیرہا کے معارض ہوگی، نیز لازم آئے گا کہ معروف طریقے پر تدوینِ قرآن، تدوینِ حدیث، تدوینِ فقہ، تدوینِ اصولِ حدیث وغیرہ سب بدعت و گمراہی ہو کیوں کہ ظاہر الفاظ حدیث کے پیش نظر یہ سب محدثاتُ الأمور سے ہیں اور یہ سب کلُّ محدثةٍ کے عموم میں شامل ہیں، کیوں کہ یہ سب نئے کام ہیں اور ہر نیا کام بدعت ہے، حالاں کہ ایسا بالاجماع نہیں ہے، اس لیے حدیث نبوی کی مراد شناسی اور جمع بین الأحادیث کے پیش نظر حق یہی ہے کہ اس حدیث میں إحداث سے مراد إحداث في الدين ما ليس من الدين ہے۔ یعنی دین کے مُزاحم و مخالف نئے نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو کہ ایسا ہر کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

③ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الإِسْلَامِ.[1]

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن مَیسَرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی، صحیح الحدیث) کا بیان ہے کہ رسول اللہ

---

(۱) شُعَب الإيمان للبيهقي ج: ۷، ص: ۶۱، بابٌ في مباعَدة الكفار والمفسدين/ فصلٌ في مجانبة الفَسقَة والمبتدعين، دار الكتب العلمية.

ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔

امام بیہقی نے یہ حدیث شُعب الایمان میں مُرسلاً روایت کی ہے۔[1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ "ضلالت و گمراہی" وہ بدعت ہے جو قصرِ اسلام یا اس کے بعض ارکان و احکام کو ڈھادے اور یہ وہی بدعت ہو سکتی ہے جو کسی سنت سے متصادم ہو، دین سے اس کا کوئی لگاؤ نہ ہو۔

④ عَنْ حَسَّانَ قَالَ : مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِينِهِمْ إِلاَّ نَزَعَ اللهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ، ثُمَّ لاَ يُعِيدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.[2]

ترجمہ: (مدّاحِ رسول) حضرت حسّان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو بھی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اُسی جیسی سنت اٹھالیتا ہے، پھر اسے قیامت تک وہ سنت واپس نہیں فرماتا۔

مثلاً کسی قوم نے "سبِّ صحابہ" کی بدعت ایجاد کی تو اس قوم سے "اِکرام صحابہ" کی سنت اٹھالی گئی، جس قوم نے کبیرہ کے ارتکاب پر تکفیر کی بدعت ایجاد کی اس سے ایسے مسلمانوں کو مسلمان ماننے کی سنت اٹھالی گئی، جنھوں نے "امکانِ کذبِ باری" کی بدعت ایجاد کی ان سے "وَ تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا"[3] کی سنت اٹھالی گئی، یوں ہی جس قوم نے "قبور انبیا کو سجدہ گاہ" بنانے کی بدعت ایجاد کی اس سے خدائے وحدہٗ لاشریک کے سجدۂ بندگی کی سنت اٹھالی گئی۔ اس طرح ایک ایک بدعت کا جائزہ لیتے جائیے اور دیکھتے رہیے کہ اس کی وجہ سے اسی جیسی کوئی سنت اُٹھتی ہے کہ نہیں، اگر اُٹھتی ہے تو وہ بدعت، مُزاحمِ سنت و مخالِف سنت ہوگی، اسی کو ہم اہل سنت "بدعتِ سیّئہ" سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بدعت سیّئہ کی آسان پہچان ہے۔

اب اسی کے ساتھ آپ "بدعاتِ حَسنہ" کا بھی ایک سرسری جائزہ لے لیجیے وہاں آپ کو یہ "پہچان" ہرگز نظر نہیں آئے گی۔ مثلاً نماز میں تعظیم رسول کی وجہ سے پیچھے ہٹنا، جیسا کہ حضرت صدیقِ اکبر نے کیا، یا سرکار کی تعظیم کی وجہ سے نماز میں کھڑے رہنا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کیا، یہ ایسی

---

(۱) مشكاة المصابيح، ج:١،ص: ٣١، باب الاعتصام بالكتاب والسنة / الفصل الثالث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) سُنن الدارمي ج: ١، ص: ٢٣١، باب اتباع السّنّة/ رقم الحديث: ٩٩، دارُ المغني للنشر والتوزيع.

(۳) القرآن الحكيم، سورة الانعام:٦، الأية: ١١٥.

بدعت اور نیا کام ہے جس کی وجہ سے اس جیسی سنت، مثلاً: ''لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ ''(۱) اور '' وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ''(۲) کو مزید فروغ ملتا ہے اس لیے نماز میں تعظیم کے ساتھ خیالِ رسول کو بدعت نہ شمار کیا جائے۔ ''شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات''۔

⑤ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: ... قَالَ عَلِيٌّ: مَا خَصَّنَا رَسُوْلُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- بِشَيْءٍ لَمْ يَخُصَّ بِهِ النَّاسَ ، إِلاَّ مَا فِي قِرَابِ سَيْفِي ، ثُمَّ أَخْرَجَ صَحِيفَةً ، فَإِذَا فِيهَا مَكْتُوبٌ ... ''لَعَنَ اللهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا''. (۳)

ترجمہ: صحابیِ رسول حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کَرّم اللہ تعالیٰ وجھہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص مجھ کو کوئی چیز ایسی نہ بتائی جو دوسروں کو نہ بتائی ہو سوائے اُن چیزوں کے جو میری تلوار کی نیام میں ہیں۔ پھر آپ نے ایک صحیفہ نکالا، جس میں لکھا تھا... ''اللہ کی لعنت اُس شخص پر جو کسی بدعتی کو ٹھہرائے۔''

لعنت کسی گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر ہوتی ہے اور گناہِ کبیرہ یقیناً کتاب و سنت کی مخالفت و نافرمانی ہے۔

⑥ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: أَهْلُ الْبِدَعِ شَرُّ الْخَلْقِ وَ الْخَلِيقَةِ. (٤)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل بدعت مخلوق میں بھی بُرے ہیں اور طبیعت کے بھی بُرے ہیں۔

بدعت کے ارتکاب سے کوئی شخص مخلوق میں بدتر اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ صریح طور پر کتاب و سنت سے متصادم کسی عقیدے کا اظہار کرے مثلاً: ● حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے ● یا نیا نبی آنا ممکن بتائے ● یا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل بتائے ● یا اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کے اعتقاد کو شرک کہے۔ یہی بدعتی

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات:۴۹، الآیۃ:۱۔

(۲) القرآن الحکیم، سورۃ الفتح:۴۸، الآیۃ:۹۔

(۳) الأدب المفرد للإمام البخاري، ص: ۷۴، ۷۵، بابُ لَعَنَ اللهُ مَن لَعَنَ وَالدَيه، المكتبة السلفية، قاهره۔

(٤) تقریبُ البُغیَة بترتیب أحادیثِ الحِلْیَةِ للإمام الحافظ نور الدین الهَیْثمي (م۸۰۷ھ) ج: ۱، ص: ۱۵۲، بابٌ في ما یخاف علیٰ هٰذه الأمة، دار الکتبِ العلمیة، بیروت۔

شَرُّ الخلق و الخَلیقة کے مصداق ہیں۔

⑦ نوع دوم میں یہ حدیث آ رہی ہے:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.[1]

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایسی ایجاد کی جو اس دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ یہ حدیث "بدعتِ ضلالۃ" کی جامع تعریف ہے کہ "جو نیا کام دین سے نہ ہو" وہ بدعت ہے اور بلا شبہہ ایسی ہر بدعت گمراہی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نئے کام کی اصل دین میں نہ پائی جائے، دین کے کسی نص سے وہ ماخوذ و مستنبط نہ ہو تو وہ دین کے مخالف اور اس سے متصادم ہوگا۔

ان احادیث میں بدعت اور اس کا ہم معنیٰ کلمہ مطلق ہے جو سنت کے مقابل ہے، اس لیے وہ ضلالت و گمراہی ہے اور ایسے صاحبِ بدعت کی تعظیم اسلام کے ڈھانے پر مدد ہے کہ جب بدعت و صاحبِ بدعت کی توقیر ہوگی تو اس کے مثل اسلام کی کوئی سنت اٹھالی جائے گی۔

بدعتِ ضلالہ کی سترہ مثالیں:

اب ہم یہاں اِس بدعت کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

- اہل سنت و جماعت کے سوا بہتر جہنمی فرقوں کا ظہور، جیسے قدریہ، جبریّہ، خوارج، مُعتزِلہ، مُجسِّمہ، مُشَبِّہہ، مُرجِئہ، نجّاریہ، قادیانیہ، نیچریّہ، چکڑالویہ، وہابیہ، دیوبندیہ۔

فرقہ وہابیہ نے اسلام میں ایسے نئے نئے عقائد ایجاد کیے جس سے اسلاف اور بعد کے صالحین ناآشنا تھے بِمَا لم تَسمَعُوا أنتم و لا آباؤُکُمْ۔[2] جیسے یہ عقائد:

- خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔
- ہر مخلوق بڑا ہو (جیسے انبیا و سیّد الانبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام) یا چھوٹا (جیسے عام مومنین) خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔
- اللہ کی شان کے آگے سب انبیا و اولیا ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۳۷۱، كتاب الصّلح/ بابٌ إذَا اصْطَلَحُوا علىٰ صلحِ جور، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۰، باب النّهي عن الرواية عن الضُّعفا، مجلس البركات، مبارك فور.

- زنا کے وسوسہ اور گائے، بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے نماز ہو جائے گی اور اس سے بہت زیادہ بُرا رسول اللہ ﷺ کے خیال میں ڈوب جانا ہے کہ اس سے نماز بھی نہ ہوگی اور یہ خیال اسے کفر کی طرف کھینچ لے جائے گا۔
- انبیا اور اولیا کو وسیلہ بنانا شرک ہے اور وسیلہ بنانے والے مشرک۔ یعنی وہابی فرقہ کے سوا ساری دنیا کے مسلمان مشرک ہیں۔
- تقلیدِ عرفی - جو فی الواقع کتاب و سنت کا اتباع ہے - شرک ہے اور مقلدین مشرک، یعنی عرصۂ دراز سے وہابیہ کے سوا تمام مسلمان، اولیا، علما، صُلحا، عوام سب مشرک ہیں۔
- کروڑوں نبی محمد ﷺ کے برابر پیدا ہو سکتے ہیں۔
- رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کا عقیدہ شرک ہے اگر چہ اللہ کی عطا سے یہ عقیدہ رکھا جائے۔
- حضور ﷺ کو بہ عطائے الٰہی حاضر و ناظر ماننا شرک ہے۔
- جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔
- جو کسی مخلوق کو بارگاہِ الٰہی کا سفارشی مانے وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی شفاعت کا انکار، بلکہ اسے شرک قرار دینا ہے۔

ان بدعات پر ہم کتاب و سنت کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں بحث کر چکے ہیں۔

- مُسَیلمہ کذّاب، اسود عنسی اور غلام احمد قادیانی وغیرہ کا دعوائے نبوت۔
- یہ کہنا کہ حضور کے زمانے میں یا آپ کے بعد کوئی نیا نبی آسکتا ہے۔
- حدیث کے حجت ہونے کا انکار (یہ چکڑالویوں کی بدعت ہے)
- فرشتوں، جنوں، اور جنت و دوزخ کا انکار۔ (یہ نیچریوں کی بدعت ہے)
- اور اس زمانے میں "نبوی مَسْعیٰ" (۱) کے بالمقابل "نئے وہابی مَسْعیٰ کا اِحداث" جو نہ

---

(۱) مَسْعیٰ: سعی کی جگہ — طوافِ کعبہ کے بعد صفا اور مَروہ کے درمیان حاجی اور عُمرہ کرنے والے عبادت کی نیت سے چلتے اور ایک خاص حد تک ہلکی رفتار سے دوڑتے ہیں، اس طرح صَفا سے مَروہ اور مَروہ سے صَفا تک سات چکّر لگاتے ہیں، اس عبادت کا نام "سَعی" ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے جو جگہ مقرر فرمائی اسے "مَسْعیٰ" کہا جاتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

عہد رسالت میں تھا، نہ عہد صحابہ و تابعین میں، نہ ہی بعد کے ادوار میں، بالآخر ۲۰۰۸ء میں نام نہاد "سلفیوں" نے "سلفِ صالحین" کی سنتِ متوارثہ کے خلاف یہ بدعت ایجاد کی اور مسلمانوں کو اس پر چلنے کے لیے مجبور کیا۔ وہابیوں کی ایسی بدعات کثیر ہیں، ہم نے نمونے کے طور پر ان کی چند بدعات یہاں شمار کی ہیں۔

بدعتِ ضلالت کی پہچان: اس بدعت کی پہچان یہ ہے کہ سلف و خلف میں اس کا کوئی سراغ نہ ملے۔

⑧ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ- أَنَّهُ قَالَ: سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ.(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اخیر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے ایسی باتیں (عقائد و احکام) بیان کریں گے **جنھیں نہ تم نے سنا ہوگا، نہ تمھارے باپ دادا نے۔ تو تم لوگ ● اُن سے دور، رہنا ● اور انھیں اپنے سے دور، رکھنا۔**

⑨ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لاَ يُضِلُّونَكُمْ وَلاَ يَفْتِنُونَكُمْ.(۲)

ترجمہ: مسلم بن یسار کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں دجّال اور بڑے جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے **جو ایسی باتیں بیان کریں گے جن کو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے نہ سنا ہوگا۔ تو تم لوگ** ان سے دور رہنا، اور انھیں اپنے سے دور رکھنا، کہ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تم کو فتنے

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۹، باب النّهي عن الرواية عن الضعفاء، مجلس البركات
(۲) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۱۰، باب النّهي عن الرواية عن الضُّعفاء، مجلس البركات

میں نہ مبتلا کر دیں۔

اور جن باتوں کو باپ، دادا نے نہ سنا ہو ان سے مراد وہ بدعات ہیں جو سنتِ ثابتہ کے منافی اور دین کے احکام و عقائد کے خلاف ہوں، جھوٹی حدیثیں بیان کرنا، یا مشرکین یا یہود و نصاریٰ کے بارے میں وارد احادیث کو مسلمانانِ اہل سنت پر چسپاں کرنا بھی اسی میں شامل ہے۔ مرقاۃ المفاتیح میں اس حدیث کی شرح یوں فرمائی:

أَيْ: يَتَحَدَّثُونَ بِالْأَحَادِيثِ الْكَاذِبَةِ وَيَبْتَدِعُونَ أَحْكَامًا بَاطِلَةً وَاعْتِقَادَاتٍ فَاسِدَةً اهـ.[1]

ترجمہ: جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے اور احکامِ باطلہ و اعتقاداتِ فاسدہ کی بدعات لائیں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"مقصود تحفظ و احتیاط است در گرفتنِ دین، و احتراز و پرہیز از صحبتِ اربابِ بدعت و مخالطتِ ایشاں۔"[2]

ترجمہ: ارشادِ رسالت کا مقصود یہ ہے کہ کسی سے دین حاصل کرنے میں تحفظ و احتیاط چاہیے اور اربابِ بدعت کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے احتراز لازم ہے۔

حدیث کی کسوٹی پر وہابی مذہب کے عقائد و مسائل کی جانچ:

اس حدیثِ صحیح کی "کسوٹی" پر وہابی مذہب کے عقائد و مسائل کو جانچ لیجیے کتاب و سنت اور سلف و خلف سے ان کا کوئی ثبوت نہ ملے گا، جیسا کہ ہم ان کے متعدّد عقائد بیان کر کے کتاب و سنت سے اس کو واضح کر چکے، مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ:

- حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطلاع و عطا سے بھی علم غیب ماننا شرک ہے۔ مگر ہم نے کثیر آیات و احادیث سے ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار غیبی علوم

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکاۃ المصابیح ج: ۱، ص: ۳۵۷، کتاب الإیمان/ باب الاعتصام بالکتاب والسُّنۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

(۲) اَشِعَّۃُ اللمعات ج:۱، ص: ۱۴۳، کتاب الإیمان / باب الاعتصام بالکتاب والسُّنۃ، مکتبہ حبیبیہ، پاکستان.

اپنے نبیوں اور رسولوں کو عطا فرمائے، ● اور جیسے نماز میں رسول اللہ کے خیال سے نماز کو باطل قرار دینا اور خود نمازی کو کفر کی دہلیز تک پہنچانا،

● رفعِ یدین ● اور قراءت خلفَ الامام جیسے اجتہادی مسائل میں امام اعظم ابو حنیفہ کے موقف کو رسول اللہ سے اختلاف قرار دینا، حالاں کہ امام اعظم کے موقف کے ثبوت میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

یہ ہے: بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَ لَا آبَاءُكُمْ۔ نہ تم نے سنا، نہ تمھارے باپ، دادا یا سَلَف وخَلَف نے سنا۔

- جو بات قرآنِ حکیم میں ہو۔
- یا سنتِ رسول اللہ میں ہو۔
- یا سَلَف کا مذہب ہو۔
- یا خَلَف نے اختیار کیا ہو۔

اس کا علم مسلمانوں اور ان کے باپ دادا کو ضرور ہوگا، خواہ قرآن و حدیث یا کتبِ شریعت کو پڑھ کر، یا علماے دین سے سُن کر۔ اور جس بات کو انھوں نے نہ کتبِ شریعت میں پڑھا، نہ علماے دین سے سنا، وہ بدعت ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں: "بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَ لَا آبَاءُكُمْ" جسے نہ تم نے سنا، نہ تمھارے باپ دادا نے۔ الفاظ خطاب سے ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث علما و فقہا کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اُن تمام مسلمانوں کو بھی عام ہے جو علماے دین کی صحبت میں رہتے اور اپنے دین کی باتیں ان سے سنتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی عقیدہ کتاب و سنت یا سَلَف و خَلَف سے ثابت ہے تو وہ اپنے علما سے ضرور سنیں گے اور جو عقیدہ ایسے مسلمانوں اور ان کے باپ، دادا نے نہ سنا ہو، وہ دین سے نہیں، بلکہ بدعت ہے، وہابیوں کے مخصوص عقائد ایسی ہی بدعات کا مجموعہ ہیں۔

وحیِ نبوت کے کلمات سے "مطلق بدعت" کا تعارف:

"مطلق بدعت" کے سلسلے میں "وحیِ نبوت" کے جو الفاظ و کلمات ہم نے پیش کیے اُن سے اس بدعت کا پورا تعارف ہو جاتا ہے اور کسی کو اپنی طرف سے کوئی اضافی قید لگانے کی قطعًا حاجت

نہیں رہ جاتی۔

- فَقَدْ أَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الإِسْلَامِ.
- نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِم مِثْلَهَا.
- لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوَیٰ مُحْدِثًا.
- أَهْلُ البِدَعِ شَرُّ الخَلْقِ وَ الخَلِيْقَةِ.
- مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ.
- بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَ لَا اٰبَاءُكُم.

جو بدعت:

- قصرِ اسلام کو ڈھائے (بلفظ دیگر اسلام سے متصادم ہو۔)
- رافعِ سنت ہو۔
- لعنت کا سبب بنے۔
- مخلوق میں بدتر بنادے۔
- جو دین سے نہ ہو۔
- جسے مسلمانوں نے اپنے باپ داداؤں سے نہ سنا۔

وہ بدعت یقیناً دین کے مخالف اور اس سے متصادم ہوگی۔

یہ کلماتِ حدیث شہادت دے رہے ہیں کہ ان احادیث میں بدعت کے لفظ سے مراد وہ بدعت ہے جس کے یہ اوصاف ہوں، مثلاً وہ اسلام کو ڈھائے، لعنت کا سبب بنے، شرُّ الخَلق و الخَلیقة کا باعث ہو۔ اس لیے ان الفاظ و کلمات سے **بدعت کی تعریف** واضح ہوکر یہ سامنے آئی:

دین میں وہ نیا کام جو دین سے متصادم ہو، بلفظ دیگر کتاب و سنت کے مُزاحم و مقابل ہو، بدعت ہے۔

ہم اہل سنت و جماعت اسی بدعت کو بدعتِ سَیّئہ کہتے ہیں اور بلا شبہہ ایسی ہر بدعت گمراہی ہے، بلکہ حدیث نبوی میں ایسی ہر بدعت پر ”ضلالة“ کا اطلاق خود شاہد ہے کہ وہ نیا کام دین کے خلاف اور اس سے متصادم ہے۔

اب یہ نیا کام "قرونِ خیر" میں پایا جائے- جیسے خوارج کا ● حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وَجھہ پر کفر کا حکم لگانا ● اور ان سے بغاوت کرنا ● تحکیم کو کفر قرار دینا ● پھر حضرت علی کو قتل کرنا، کرانا۔ تو بھی وہ ضلالت و گمراہی ہے، یا بعد کے ادوار میں کبھی پایا جائے تو بھی ضلالت و گمراہی ہے۔ اس لیے بدعت کی تعریف میں "قرونِ خیر" یا قرونِ ثلاثہ" کی قید لگانا بیجا ہے، ہمارے لیے یہ احادیث و آثار کافی ہیں، ان میں ایسی کسی قید کا کوئی نام و نشان نہیں۔

بدعت، جس کا حدیث میں کوئی وصف مذکور ہو:

جیسا کہ پہلے بیان ہوا، احادیث نبویہ میں "بدعت" کا اطلاق کسی قید یا صفت کے ساتھ بھی ہوتا ہے، اب اگر وہ قید یا صفت "حَسَنَہ" یا اس کا ہم معنیٰ لفظ، یا بشارت ہو تو اسے عرفِ مسلمین میں بِدعتِ حسنہ کہا جاتا ہے اور اگر "سَیِّئَہ" یا اس کا ہم معنیٰ لفظ یا کوئی وعید ہو تو اسے بدعتِ سَیِّئَہ کہا جاتا ہے۔

بدعت کی تعریف اور اس کی قسمیں:

تو احادیث میں بیان شدہ اوصاف کے پیش نظر بدعت کی دو قسمیں ہوئیں، حَسَنہ اور سَیِّئہ۔

بدعتِ حَسَنہ: دین میں وہ نیا کام جو خیر ہو- یہ کام کتاب اللہ یا سنتِ رسول اللہ سے ماخوذ و مستنبط ہوتا ہے۔

یہ نیا کام ہونے کی وجہ سے بِدعت کہلاتا ہے اور کتاب یا سنت سے ماخوذ و مستنبط ہونے کی وجہ سے وہ خود دین کا ایک حصہ ہوتا ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہوتا ہے۔ ایسے کاموں کو مَا ثَبَتَ بالسُّنّة سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

بدعتِ سَیِّئہ: دین میں وہ نیا کام جو خیر نہ ہو، شر ہو- یہ کتابُ اللہ یا سنتِ رسول اللہ سے ماخوذ و مستنبط نہیں ہوتا، بلکہ یہ کتاب و سنت کے مقابل و مُزاحم ہوتا ہے۔

یہ تقسیم خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے اصحاب کی احادیث سے ثابت ہے۔

نوعِ دوم کی احادیث

جن میں بدعت کا کوئی وصف حسنہ یا سیئہ یا ان کے ہم معنی مذکور ہے

اسلام میں اچھا، یا برا طریقہ ایجاد کرنے کا حکم:

⑩ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ.

وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ ».[1]

ترجمہ: حضرت منذر بن جریر سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اُس کے لیے اس کا اجر ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے اُن سب کا اجر بھی (اُس کے لیے) ہے بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی ہو۔

اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اُس کا گناہ ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے اُن سب کا گناہ بھی اُس پر ہے بغیر اس کے کہ اُن عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”حضرت جریر بن عبد اللہ کی یہ حدیث متعدّد طُرق سے ہم معنی الفاظ سے مروی ہے اس کا ایک متن الفاظ کے تغیر کے ساتھ انھوں نے بھی نقل فرمایا اور یہ صراحت کی کہ یہ حدیث حسن، صحیح ہے

(۱) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۳۲۷، کتابُ الزّکاۃ / باب الحثّ علی الصّدقۃ، مجلس البرکات.

۔نیز انھوں نے یہ نشان دہی کی کہ یہ حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔"(۱)

⑪ عَنْ حُذَيْفَةَ (بن اليمان)، قَالَ : سَأَلَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، فَأَمْسَكَ الْقَوْمُ ، ثُمَّ إِنَّ رَجُلاً أَعْطَاهُ فَأَعْطَى الْقَوْمُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: مَنْ سَنَّ خَيرًا فَاسْتُنَّ بِهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ وَمِنْ أُجُورِ مَنْ يَتَّبِعُهُ غَيْرَ مُنْتَقِصٍ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا.

وَمَنْ سَنَّ شَرًّا فَاسْتُنَّ بِهِ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ وَمِنْ أَوْزَارِ مَنْ يَتَّبِعُهُ غَيْرَ مُنْتَقِصٍ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا.(۲)

ترجمہ: حضرت حُذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ سوال کیا تو لوگوں نے (دینے سے) ہاتھ روکے رکھا، پھر ایک شخص نے عطا کیا، تو لوگوں نے بھی اسے عطا کیا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے کوئی بہتر طریقہ ایجاد کیا اور اس پر عمل ہوا، تو اسے اپنی ایجاد کا اجر ملے گا اور اُس کی پیروی کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجر سے کچھ کم بھی نہ ہوگا۔

اور جس نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا، پھر اس پر عمل ہوا تو اس پر اپنی ایجاد کا بھی گناہ ہوگا اور اس کی پیروی کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا، اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی"۔

⑫ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ:... فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: مَنْ سَنَّ خَيْرًا فَاسْتُنَّ بِهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ كَامِلاً ، وَمِنْ أُجُورِ مَنْ اسْتَنَّ بِهِ لاَ يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا.

وَمَنْ اسْتَنَّ شَرًّا فَاسْتُنَّ بِهِ ، فَعَلَيْهِ وِزْرُهُ كَامِلاً ، وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِي اسْتَنَّ

---

(۱) جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۹۲، أبواب العلم/ باب ما جاء في مَن دعا إلى هدىً إلخ ، مجلس البركات.

(۲) مُسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ۱۷۲۹، مسند الأنصار/ حديث حُذيفة بن اليمان، رقم الحديث: ۲۳۶۷۸، بيت الأفكار الدولية.

بِهِ لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا.(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بہتر طریقہ ایجاد کیا، پھر اس پر عمل ہوا تو اسے اپنی ایجاد کا کامل ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی اسے ملے گا اور ان کے اجر سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔

اور جس نے برا طریقہ ایجاد کیا، پھر اس پر عمل ہوا تو اس پر اس ایجاد کا کامل گناہ ہوگا، اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس کے ذمہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی بھی نہ ہوگی۔

یہ احادیث کسی واقعہ کے پس منظر میں زبانِ نبوت سے صادر ہوئی ہیں مگر اعتبار خصوصِ سبب کا نہیں، عمومِ لفظ کا ہوتا ہے؛ اس لیے یہ حکم کسی خاص شخص اور خاص واقعہ کے ساتھ محدود نہیں، بلکہ قیامت تک کے ان تمام افراد کو عام ہے جو کوئی فعلِ خیر یا فعلِ شر ایجاد کریں۔

صحابیِ رسول حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ: "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهٖٓ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهٖ"(۲) کے تعلق سے فرماتے ہیں:

فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةٌ.(۳)

ترجمہ: یہ آیت خاص میرے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر یہ تم سب کے لیے عام ہے۔

ان احادیث میں خود رسولِ کائنات، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدعت کی دو قسمیں بیان فرمادی ہیں، ساتھ ہی ان کے احکام بھی واضح فرمادیے ہیں۔

دوسری احادیث بھی اس تقسیم کی شاہد ہیں۔

⑭ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى اللهُ تعالى عليه وسلم-: «لاَ تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلاَّ كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا؛ لأَنَّهُ كَانَ أَوَّلَ

---

(۱) مسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ۷٦۰، مسند أبي هريرة/ رقم الحديث: ۱۰۷۵۹، بيت الأفكار الدولية.

(۲) القرآن الحكيم، سورة البقرة:۲،الأية: ۱۹٦.

(۳) صحيح البخاري، ج:۲،ص:٦٤۸، كتابُ التفسير/ باب قوله: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضاً، مجلس البركات، مبارك فور.

مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ».[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جان بھی ظلماً قتل کی جاتی ہے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے بیٹے کے حصے میں اس کا خون آتا ہے، کیوں کہ سب سے پہلے اسی نے قتلِ ناحق کا طریقہ ایجاد کیا۔

"قتل ناحق" بلا شبہہ بدعتِ سَیّئہ ہے اور یہ بدعت سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے ایجاد کی تھی، تو اب بعد میں جتنے لوگ بھی قتل ناحق کریں گے ان سب کا گناہ اُس بیٹے پر ہوگا بغیر اس کے کہ ان قاتلوں کے گناہ میں کوئی کمی ہو۔

اسی سے اس کی دوسری قسم کا ذہن بھی مل گیا کہ اگر کوئی کسی جان کو قتل ناحق سے بچانے کا طریقہ ایجاد کرے تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور بعد میں اس کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کا ثواب بھی اس کو ملے گا، اور ان کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی، یہ اجر بدعتِ حسنہ کی ایجاد کا ہے۔ چناں چہ امام ابوزکریا محی الدین نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيث مِنْ قَوَاعِد الْإِسْلَام، وَهُوَ أَنَّ كُلّ مَنْ ابْتَدَعَ شَيْئًا مِنَ الشَّرّ كَانَ عَلَيْهِ مِثْل وِزْر كُلّ مَنْ اقْتَدَى بِهِ فِي ذَلِكَ الْعَمَل مِثْل عَمَله إِلَى يَوْم الْقِيَامَة. وَمِثْله مَنْ ابْتَدَعَ شَيْئًا مِنَ الْخَيْر كَانَ لَهُ مِثْل أَجْر كُلّ مَنْ يَعْمَل بِهِ إِلَى يَوْم الْقِيَامَة، وَهُوَ مُوَافِق لِلْحَدِيثِ الصَّحِيح: "مَنْ سَنَّ سُنَّة حَسَنَة. وَمَنْ سَنَّ سُنَّة سَيِّئَة."[2]

ترجمہ: یہ حدیث قواعدِ اسلام سے ہے کہ کوئی بھی شخص جو بُرا طریقہ ایجاد کرے تو اس پر قیامت

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ٦٠، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص و الديات/ باب بيان إثم مَن سَنّ القتل، مجلس البركات.

❀ صحيح البخاري ج: ۱، ص: ۱۷۱، كتاب الجنائز / باب قول النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- / يُعَذَّبُ الميتُ ببعضِ بكاء أهله عليه إذا كان النَّوحُ من سُنّته، مجلس البركات.

❀ جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۹۲، أبواب العلم/ باب ما جاء أن الدّالّ على الخير كفاعله. مجلس البركات.

(۲) المنهاج، شرح صحيح مسلم ج: ۲، ص: ٦٠/ باب بيان إثم مَن سَنَّ القَتْلَ، مجلس البركات.

تک اس کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ ہوگا۔

یوں ہی جو شخص کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اس کے لیے قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہوگا، اور یہ حدیثِ صحیح " مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً" اور " مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً." کے موافق ہے۔

⑭ عَنْ عَائِشَةَ -رضي الله عنها- قَالَتْ، قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.[1]

ترجمہ: جس نے ہمارے اس دین (دین اسلام) میں کوئی نئی بات ایجاد کی، جو اس دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو نئی بات دین اسلام سے نہ ہو یعنی کتاب و سنت سے ماخوذ و مستنبط نہ ہو وہ مردود و بدعتِ سَیِّئہ ہے۔ اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو نئی بات دین اسلام سے ہو یعنی کتاب یا سنت سے ماخوذ و مستنبط ہو وہ مقبول و بدعتِ حَسَنہ ہے۔

⑮ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ (هو ابن عمرو بن عوف المزني) عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- قَالَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ: ... **مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ** لَا يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.[2]

ترجمہ: کثیر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں اپنے والد عبد اللہ سے اور وہ ان کے دادا سے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث سے فرمایا: ... جس نے **بدعتِ ضلالت** ایجاد کی، جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی نہیں تو اس پر اِس بدعت پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور اُن

---

(۱) صحيح البخاري ج: ۱، ص: ۳۷۱، كتاب الصلح/ بابٌ إذا اصطلحوا على صلحِ جورٍ فهو مردودٌ، مجلس البركات.

❀ والصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۷۷، كتاب الأقضية/ باب نقضِ الأحكامِ الباطلة و رَدِّ محدَثاتِ الأمور، مجلس البركات.

(۲) جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۹۲، أبواب العلم/ بابُ الأخذ بالسُّنّة و اجتناب البدعة. مجلس البركات.

لوگوں کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث میں " بدعة" کو " ضلالة" سے مقید کرکے یہ ذہن دیا گیا ہے کہ یہ حکم بدعتِ سیئہ کا ہے جس کو صحیح مسلم شریف کی حدیث صحیح میں " سُنّةً سَيِّئةً" کہا گیا ہے اور اس کا مقابل اسی حدیث میں " سُنّةً حَسَنَةً" بیان کیا گیا ہے۔

یہ چار حدیثیں ہیں جن میں " بدعت-یا- اِحداث" کا لفظ "سَيِّئة" یا اس کے ہم معنی کلمات-" سَنَّ القَتْلَ" یا " مَا لَيْسَ مِنْه" یا " ضَلالَة "- سے مقید ہے، جس سے دوسری قسم بدعتِ حسنہ کا اشارہ ملتا ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں اس کی صراحت بھی ہے۔

قرآن حکیم کی تدوین:

⑯ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ، قَالَ أَبو بَكْرٍ: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي، فَقَالَ: «إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ».

قُلْتُ لِعُمَرَ: **كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ** -صلى الله تعالى عليه وسلم-.

قَالَ عُمَرُ: هَذَا وَاللهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ، وَرَأَيْتُ فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ.

قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ، عَاقِلٌ، لاَ نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ، فَاجْمَعْهُ - فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ.

قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-؟

قَالَ: هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ. فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ، حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الأَنْصَارِيِّ، لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ

غَيْرَہُ۔ « لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ » حَتَّى خَاتِمَةِ بَرَاءَةَ ، فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ، حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ.[1]

ترجمہ: عُبَید بن سبّاق سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ یمامہ کے بعد قاصد بھیج کر مجھے بلایا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ عُمر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جنگ یمامہ میں گھمسان کی لڑائی میں قرآن کے بہت سے قاری شہید ہوگئے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر جنگوں میں قُرّاء اسی طرح شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ان کے ساتھ چلا جائے گا، اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ "جمعِ قرآن" کا فرمان صادر کردیں۔

تو میں نے عُمر سے کہا: "تم وہ کام کیسے کرنا چاہتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا"؟ (یعنی یہ کام تو بدعت ہوگا)

تو عُمر نے جواب میں کہا: اللہ کی قسم یہ تو "خیر و بہتر" ہے۔ پھر عمر مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو عمر کی تھی۔

حضرت زید کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ تم جوان اور عقل مند آدمی ہو، ہم تم پر (جھوٹ اور نسیان وغیرہ کی) کوئی تہمت بھی نہیں رکھتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی تھے، تو تم پوری چھان بین کے ساتھ قرآن تلاش کر کے جمع کرو۔

حضرت زید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر لوگ مجھے کوئی پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو کہتے تو یہ "جمعِ قرآن" سے زیادہ گراں و دشوار نہ ہوتا۔ میں نے عرض کی:

آپ **حضرات وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں** کیا؟ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا: "هُوَ وَ اللهِ خيرٌ - **یہ کام تو خدا کی قسم خیر ہی ہے۔**"

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں مجھ سے گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا جس کے لیے حضرت ابوبکر و عمر کا سینہ کھول دیا تھا۔

---

(۱) صحيح البخاري ج: ۲، ص: ۷۴۵، ۷۴۶، كتابُ أبوابِ فضائل القرآن/ باب جمع القرآن ، مجلس البركات.

اب میں پوری چھان بین کے ساتھ تلاش کرکے کھجور کی شاخوں اور پتھر کی تختیوں اور حفاظ کے سینوں سے قرآن جمع کرنے لگا، یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کے اخیر کی (دو) آیات: "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" ختم سورہ تک [1] حضرت ابوخزیمہ انصاری کے پاس (لکھی ہوئی) پائیں، ان کے سوا اور کسی کے پاس وہ آیتیں (لکھی ہوئی) نہ ملیں۔

یہ (مرتّب) صحیفے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک انھی کے پاس رہے، پھر حضرت عمر کے پاس زندگی بھر رہے، پھر وہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آگئے۔

اس حدیث کے ان الفاظ پر غور فرمائیں:

حضرت صدیق اکبر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا وہ تم کیسے کروگے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ **"یہ تو خیر و بہتر ہے۔"**

اور جب حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر سے یہی سوال کیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ **"یہ تو کارِ خیر ہے۔"**

تینوں صحابۂ کرام کے اتفاق کے بعد قرآن حکیم کی تدوین ہوئی اور اس پر کسی صحابی سے انکار منقول نہیں، تو یہ ان کا اجماع سکوتی ہوا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر وہ بجائے خود خیر و بہتر ہو تو اسے کرنا چاہیے۔

اس حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ بدعت کی ایک قسم "بدعتِ خیر" و "بدعتِ حسنہ" بھی ہے اور اس کا انکار فی الواقع اس حدیث پاک سے انحراف ہے۔

مسجد تعمیر کرنے کی فضیلت:

⑰ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذٰلِكَ، فَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهِ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ –صلى الله عليه وسلم– يَقُولُ: « مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ ». [2]

---

(۱) وہ دونوں آیات یہ ہیں: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

(القرآن الحكيم، سورة التوبة:۹، الآية: ۱۲۸، ۱۲۹.)

(۲) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۲۰۱، كتاب المساجد و مواضع الصلاة/ بابُ فضل بناء المساجد و الحثّ عليه، مجلس البركات.

ترجمہ: محمود بن لبید سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر جدید کا ارادہ کیا تو لوگوں کو یہ ناگوار ہوا، انھیں یہ پسند تھا کہ مسجد نبوی کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں۔

تو حضرت عثمان غنی نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ "جو اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ اس کے لیے جنت میں اسی جیسا محل بنائے۔"

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر وہ کسی سنت کے عموم کے تحت ہو، یا اس کی فضیلت و بہتری کسی نصِ عام سے ماخوذ ہو تو وہ بھی باعث اجر ہے، ایسے ہی کام کو ہم بدعت حسنہ کہتے ہیں۔

⑱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -رضي الله عنه- أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- قَالَ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم-، وَالأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ ، ثُمَّ كَانَ الأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ فِي خِلاَفَةِ أَبِي بَكْرٍ وَ صَدْرًا مِنْ خِلاَفَةِ عُمَرَ -رضي الله تعالى عنهما-.»(۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک میں ایمان کے ساتھ، ثواب کے لیے قیام کیا، اس کے پہلے کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور لوگوں کا عمل اسی پر برقرار رہا کہ الگ الگ نماز تراویح پڑھتے رہے، پھر اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں لوگ تنہا تنہا نماز تراویح پڑھتے رہے۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۲۶۹، كتاب الصوم/ باب فضلِ مَن قام رَمَضان، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ مصنَّف عبد الرزاق ج: ٤، ص: ۲۵۹، كتاب الصيام/ باب قيام رمضان ، المكتب الإسلامي، بيروت.

❀ السُّنن الكبرىٰ للبيهقي ج: ۲، ص: ٤۹۳، كتاب الصلاة/ باب قيام شهرِ رمضان، دائرة المعارف ، حيدرآباد.

باجماعت نمازِ تراویح کی ادائیگی:

(۱۹) وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ -رضي الله عنه- لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ. ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: **نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ،** [وفي بعضِ الرّوايات: نعمتِ البِدعَةُ-كرماني-] وَالَّتِي تَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي تَقُومُونَ. يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ.[1]

ترجمہ: ابن شہاب، عُروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عبدالقاری نے بتایا کہ میں رمضان المبارک میں ایک شب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مسجد میں گیا تو لوگ مختلف ٹولیوں میں بکھر کر نماز پڑھ رہے تھے، کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا، اور کچھ لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، تو حضرت عمر نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں ان سب لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا، پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا اور حضرت اُبَی بن کعب کی امامت میں ان کی جماعت قائم کردی۔

پھر میں ان کے ساتھ دوسری شب نکلا اور سب لوگ اپنے قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر نے فرمایا: **یہ اچھی بدعت ہے۔** اور جس نماز کو چھوڑ کر لوگ سو جاتے ہیں وہ

---

(۱) ❀ صحیح البخاري، ج:۱،ص:۲۶۹، کتاب الصّوم / بابُ فضلِ مَن قَامَ رَمضانَ، مجلس البرکات، مبارك فور.

❀ المؤطا بروایة یحيٰ بن یحيٰ ج: ۱، ص: ۱۷۱، کتاب الصلاة/ باب ما جاء في قیام رمضان، دار المغرب الإسلامي.

❀ المؤطا بروایة محمد بن الحسن ج: ۱، ص: ۱۴۲ -۱۴۳، کتاب الصلاة/ بابُ قیام شهر رمضان، مجلس البرکات.

اس سے افضل ہے جو لوگ ادا کرتے ہیں، ان کی مراد آخر شب کی نماز (تہجّد) تھی اور لوگ اول شب میں نماز (تراویح) پڑھ لیتے تھے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام مقرر کر کے نماز تراویح کی جماعت قائم کر دی، اور صحابۂ کرام بغیر کسی اختلاف و نکیر کے جماعت کے ساتھ یہ نماز پڑھنے لگے تو حضرت عمر نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا:

- نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔ کتنی خوب ہے یہ بدعت۔
- نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔ یہ بدعت کیا ہی خوب ہے۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس جماعت کو مستحسن سمجھا اور اسی لیے وہ شریک جماعت ہوئے، اور کسی صحابی نے اس پر نکیر نہ فرمائی تو یہ اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جماعتِ تراویح کے التزام پر اجماع ہوا۔

اصحابِ رسول کا اسے بالاتفاق "اچھا سمجھنا" اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسے "اچھی بدعت" کہنا اس امر کی دلیل ہے کہ بدعت "حَسَنه" بھی ہوتی ہے جیساکہ "سَیِّئه" بھی ہوتی ہے۔

اربابِ فہم و دانش پر یہاں یہ امر بھی روشن رہے کہ "جماعتِ تراویح" در اصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے ماخوذ ہے کیوں کہ تین شب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نماز جماعت سے پڑھائی، پھر اسے موقوف فرما دیا، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری عمل "جماعتِ تراویح" سے احتراز ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جماعتِ تراویح کا خاص اہتمام کیا، اور سب کو ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا پابند کیا۔

تو جماعت کی یہ پابندی و اہتمام دین میں ایک نیا کام ہوا جو عہدِ رسالت میں نہ تھا، اسی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "بدعت" کہا اور چوں کہ اس کا اصل ماخذ سرکار ابد قرار علیہ الصلوات والتسلیمات کا فعل ہے اس لیے یہ کام "بدعتِ حَسَنہ" ہوا۔

(۲۰) عن عبدِ الله (بن مَسعود) -رضي الله تعالى عنه-، قال: مَا رَأى المسلِمُون حَسَنًا فهو عند الله حَسَنٌ، و مَا رآه المُسلِمُون سَيِّئًا فهو عند الله سَيِّءٌ. هٰذا حديث صحيح الإسناد و لم يُخرّجاه.[١]

---

(١) المستدرك على الصحيحين للحاكم، ج: ٣، ص: ٧٨، ٧٩، كتابُ معرفة الصحابة/ مخاطبة الصحابة أبا بكر: "يا خليفة رسول الله"، دار المعرفة، بيروت، لبنان.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان جو چیز اچھی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور مسلمان جو چیز بُری سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بُری ہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے البتہ حضرات شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہ حدیث اپنی تلخیص میں نقل کر کے اسے "صحیح" لکھا ہے۔[1]

بدعت کی شناخت اور بدعت حسنہ کی مثالوں سے تفہیم:

یہ حدیث بھی بدعت کی تقسیم مذکور کی تایید کرتی ہے کہ جو کام دین میں نیا ایجاد ہوا، اسے دیکھا جائے کہ مسلمان اسے اچھا سمجھتے ہیں یا بُرا۔ اچھا سمجھتے ہوں تو "بدعتِ حَسنہ" ہے اور بُرا سمجھتے ہوں تو "بدعتِ سَیّئہ"۔

یہ احادیث شاہد ہیں کہ جو کام حضور کے زمانے میں نہ ہوا مگر وہ بجائے خود خیر و بہتر ہو یا کسی سنت کے عموم میں شامل یا اس سے ماخوذ ہو تو وہ کام اچھا ہے اب خواہ اسے "ثابت بِالسُّنّۃ" کہیں، یا "بدعتِ حَسَنہ" دونوں درست ہے۔

بدعتِ حَسنہ کی پندرہ مثالیں:

اب ہم "بدعتِ حسنہ" کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے یہ عیاں ہو جائے گا کہ وہ کتاب یا سنت سے ماخوذ ہیں یا کسی اثر یا اجماع کے موافق ہیں۔

❀ قرآن حکیم کی تدوین۔

❀ آیاتِ قرآنیہ میں نقطے و اعراب لگانا، تشدید و مد اور وقف و سکتہ کی علامات، سورتوں کے نام، آیتوں کا شمار، ہر دس آیت پر علامت لکھنا۔

❀ مخصوص ترتیب اور اسناد و عناوین وغیرہ کے ساتھ احادیث کی تدوین۔

❀ فقہائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فقہی مذاہب۔

❀ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نئے کام و احکام۔

❀ اسلام کے فرائض و محرمات کو ماننے والے، کلمہ گو منکرینِ زکات سے قتال۔

---

(۱) تلخیص الإمام الذهبي ج: ۳، ص: ۷۸، ۷۹، كتاب معرفة الصحابة.

- ❀ کلمہ گو خوارج سے قتال۔
- ❀ فقہائے تابعین کے فقہی مذاہب۔
- ❀ ائمۂ اربعہ - ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل - کے فقہی مذاہب۔
- ❀ نمازِ جمعہ کے لیے اذانِ اول کا اضافہ۔
- ❀ مساجد میں مناروں کی تعمیر۔
- ❀ ایک مخصوص ہیئت پر مدارس کا قیام۔
- ❀ اذان، خطبہ اور مواعظ میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال۔
- ❀ علم کلام، علم اصولِ حدیث، علم اصولِ فقہ اور علم الصرف و علم النحو وغیرہا کی ایجاد اور تفصیل۔
- ❀ تفاسیر، شروحِ حدیث اور دیگر دینی کتابوں کی تصنیف، تالیف، ترتیب تہذیب، ابواب و فصول لکھنا اور تحقیق و طباعت۔

مطلق بدعت کی کسوٹی پر بدعتِ حَسَنہ کی جانچ:

یہ بدعات کی پندرہ مثالیں ہیں ان کو سامنے رکھ کر اب آپ غور فرمائیں کہ کیا ان میں سے کوئی کام:

- باعث لعنت ہے۔
- اسلام کو ڈھانا ہے۔
- شَرُّ الخلق و الخلیقۃ ہونے کا سبب ہے۔
- ضلالت و گمراہی ہے۔
- جہنم میں جانے کا کام ہے۔
- کیا یہ کام مذہب اسلام سے نہیں ہے؟
- ان کے باعث ان کے جیسی سنتیں اٹھائی گئیں۔
- کیا یہ سُنّۃً سَیِّئۃً کے زمرے میں ہے۔

ایک خدا ترس ان سب کا جواب یہی دے گا کہ ایسا کچھ بھی نہیں، یہ امور تو خیر ہیں، دینِ حنیف اور سنتِ نبوی کی تقویت و اشاعت کا ذریعہ ہیں، ''سُنۃً حسنۃً'' کے مصداق ہیں جس پر بارگاہ نبوی سے اجر کی بشارت ہے۔

حضور سید عالم ﷺ نے بدعت کی ایک بہت ہی واضح شناخت یہ بتائی ہے کہ:

"کسی بدعت کی ایجاد سے اسی جیسی سنت قیامت تک کے لیے اٹھالی جاتی ہے۔" مثلاً غار جیوں کا "ارتکابِ کبیرہ کو کفر قرار دینا" بدعت ہے تو اس کی وجہ سے اس قوم سے وَ إِن زَنیٰ وإن سَرَقَ.[1] کی سنت قیامت تک کے لیے اٹھالی گئی، اب یہ قوم اس سنت کی برکت سے ہمیشہ محروم رہے گی۔ اس شناخت کو سامنے رکھ کر گزشتہ سطور میں بیان کی گئی مثالوں کا جائزہ لیجیے اور دیکھیے کہ کیا اُن میں کہیں یہ شناخت نظر آتی ہے۔

پہلی مثال: ہے قرآن حکیم کی تدوین۔ کیا اس سے سرکار علیہ السلام کی کوئی سنتِ ثابتہ اٹھی، اس سے تو قرآن کریم کی حفاظت ہے جس کی بشارت آیت کریمہ: "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝"[2] میں دی گئی ہے، اس سے قرآن کریم کا حفظ اور تلاوت آسان ہوئی جس کی ترغیب احادیث نبویہ میں دی گئی ہے۔

دوسری مثال ہے "آیات قرآنیہ میں نقطے واعراب لگانا، تشدید و مد اور وقف و سکتہ کی علامات لکھنا، وغیرہ۔"

اس سے قرآن پاک کی صحیح تلاوت اور فہم معانی و تدبُّر قرآن میں مدد ملتی ہے، ایسا نہ ہوتا تو بے شمار لوگ قرآن پاک کی تلاوت پر قادر نہ ہوتے اور بے شمار لوگ غلط پڑھتے، پھر فہمِ معانی و تدبر قرآن کیا ہوتا۔

تیسری مثال ہے اسانید و تراجم ابواب و فصول کے ساتھ جوامع و سنن و مسانید و معاجم و اجزا

---

(۱) عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- حَدَّثَهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم-، وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ : لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ، وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ. (صحيح البخاري، ج:۲، ص:۸٦٦، ۸٦۷، كتاب اللباس/ باب الثياب البيض، مجلس البركات)

(۲) القرآن الحكيم، سورة الحجر: ۱۵، الآية: ۹.

ترجمہ: ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ۱۲ منہ

کی شکل میں احادیث نبویہ کو مرتب کرنا اور شرح معانی الآثار کی آسانی کے لیے ایک مضمون کی احادیث وروایات کو یک جا کرنا، پھر جدید طرز پر شائع کرنا، وغیرہ۔ کیا یہ نئے نئے کام معاذ اللہ لعنت کے سبب ہیں، اور ان سے رسول اللہ کی سنتیں اٹھ رہی ہیں، ایسا ہر گز نہیں، ان سے تو احادیث کی حفاظت ہوتی ہے، ساتھ ہی اس کی تبلیغ آسان اور افادیت عام ہوتی ہے اور ان امور سے سنتوں کو تقویت ملتی ہے۔ "نَضَّرَ اللهُ امرأ سمِع منّا حديثًا فحفِظه حتى يُبَلِّغَه غيرَه."[۱] "ليبلِّغ الشّاهدُ الغَائبَ."[۲] یہی حال تمام مثالوں کا ہے۔

البتہ **گیارہویں مثال میں کلام** کیا جاسکتا ہے، وہ ہے:

"مساجد میں مناروں کی تعمیر"۔

کیوں کہ اس بارے میں حضور سید عالم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

(۲۱) ابنُوا المساجِدَ واتَّخِذُوْهَا جُمّاً،[۳] رواه أنس بن مالك -رضي الله تعالى عنه-.[٤]

ترجمہ: مسجدیں منڈی بناؤ، ان میں کنگرے نہ رکھو۔

اور منارہ بنانے سے اس سنت کا ارتفاع ہوتا ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ حالات زمانہ میں تغیر کے سبب آج یہ بھی سنت پر ہی عمل ہے کہ سنت کی حکمت اور اس کا مقصود یہاں پورے طور پر حاصل ہے، وہ حکمت اور مقصود ہے "مساجد کی عظمتِ

---

(۱) ● جامع الترمذي، ج:۲، ص:۲۳۵، كتاب الحج/ باب الخطبة أيّامَ مِنىٰ، مجلس البركات.
● الصحيح لمسلم، ج:۲، ص:٦١، كتاب القسامة والدّيت/ بابُ تغليظِ تحريم الدّماء، مجلس البركات.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱، ص:١٦، كتاب العلم/ باب قول النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم-: "رُبَّ مُبلَّغ أوعىٰ مِن سامع".

(۳) جُمّاً: یہ جَمّاء کی جمع ہے جو الأجَمّ کی مؤنث ہے بمعنی: "بے سینگ والا مینڈھا" یہ لفظ مسجد کے لیے بولا جائے تو مراد ہوگا: "بے منارے والی مسجد" یہاں ایسا ہی ہے۔ ۱۲ محمد فضل الرحمٰن برکاتی

(٤) ● المصنّف لابن أبي شيبة، ج:۱، ص:۳۰۹، كتاب الصلاة/ في زينة المساجد وماجاء فيها، الدارُ السلفية، الهند.
● السُّنن الكبرىٰ للإمام البيهقي، ج:۲، ص:٤٣٩، كتاب الصلاة/ باب كيفية بناء المسجد.

شان'' عہد سلف میں مساجد اپنی سادگی کے باوصف عظیم تصور کی جاتی تھیں اور ان کا مسجد ہونا ہی قلوبِ اہل ایمان میں ان کی عظمتِ شان کا باعث تھا، بعد کے ادوار میں جب عالی شان اور پر شکوہ محل تعمیر ہونے لگے تو نگاہِ عوام میں اُن کی وہ عظمت باقی رکھنے کے لیے مناروں کی تعمیر کی حاجت پیش آئی۔ پہلے مساجد کی عظمت شان نگاہِ عوام میں بغیر مناروں کے تھی اور بعد میں وہی عظمت شان نگاہ عوام میں برقرار رکھنے کے لیے مناروں کی تعمیر کی حاجت محسوس ہوئی۔ ہماری اس گفتگو کا ماخذ قرآن کی آیات ہیں، چناں چہ، ارشاد باری ہے:

(۲۲) ''وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾''(١)

ترجمہ: جو ''شعائراللہ'' کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

(۲۳) ''وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ''(٢)

ترجمہ: جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

اور ظاہر ہے کہ مساجد ضرور ''شعائراللہ'' اور ''حُرما اللہ'' سے ہیں جن کی عظمتِ شان کے اظہار کے لیے آج مناروں کی تعمیر کی حاجت ہے۔

اس لیے مناروں کی تعمیر کو ''ارتفاع سنت'' نہ کہیں گے۔ پہلے سادگی میں بھی احساسِ عظمت تھا اور اب وہ احساسِ عظمت مناروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

بدل پر عمل جاری ہونے کے باعث اصل پر عمل نہ ہو تو یہ ارتفاعِ سُنت نہیں۔

الغرض احادیث میں بدعت اور اس کے ہم معنیٰ کلمات کا اطلاق دو طرح سے پایا جاتا ہے۔

جہاں یہ اطلاق بغیر کسی قید و صفت کے ہوتا ہے وہاں بدعت اور اس کے مترادفات سنت کے مقابل ہوتے ہیں، لہٰذا یہ بدعت مطلقًا ضلالت و مردود ہوتی ہے جیساکہ نوع اول کی احادیث اس کی شاہد ہیں۔

اور جہاں اطلاق کسی قید، یا صفت کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ بدعت اسی قید و صفت کے ساتھ

---

(١) القرآن الحکیم، سورۃ الحج: ٢٢، الأیة: ٣٢.

(٢) القرآن الحکیم، سورۃ الحج: ٢٢، الأیة: ٣٠.

جانی جاتی ہے یعنی اس کی قید، یا صفت ”حسنہ“ ہے، یا اس کے مترادف کوئی لفظ ہے تو وہ ”بدعت حسنہ“ ہے اور اگر اس کی قید، یا صفت سیئہ، یا اس کا مترادف ہے تو وہ ”بدعت سیئہ“ ہے۔ نوع دوم کی احادیث اس تقسیم کی شاہد ہیں۔ اسی لیے امام بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی تشریح اس طرح فرمائی:

والبدعةُ في الأصل إحداثُ أمرٍ لم يكن في زَمَن رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-. ثم البدعةُ على نوعين: إن كانت ممّا يندرج تحتَ مُسْتحسَنٍ في الشرع فهي بدعةٌ حَسَنةٌ، وإن كانت ممّا يندرجُ تحت مُستَقْبَحٍ في الشرع فهي بدعةٌ مستقبحةٌ.(۱)

ترجمہ: بدعت کا اصل مفہوم ہے ایسے کام کی ایجاد، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نہ ہو۔ پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں: اگر یہ اُن امور میں سے ہو جو شرعاً کسی مستحسن کے تحت آتے ہوں تو وہ ”بدعتِ حَسَنہ“ ہے۔ اور اگر وہ اُن امور سے ہو جو شرعاً کسی قبیح کے تحت آتے ہوں تو وہ ”بدعتِ سَیّئہ“ ہے۔

یہ تقسیم دونوں انواع کی احادیث کے پیش نظر ہے۔

بدعت کی تقسیم پر فرقۂ وہابیہ کی برہمی:

فرقۂ وہابیہ نے اس تقسیم کو یہ کہ کر فحش غلطی قرار دیا ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد: ”نِعْمَ البدعةُ“ پر سخت جارحانہ تبصرہ کیا ہے، حالاں کہ یہ ان کی بڑی بھول، بلکہ سخت ناانصافی ہے، کیا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض بدعات کو حسَن نہیں فرمایا ہے، صحابہ نے کچھ بدعات کو خیر نہیں کہا ہے۔ ان احادیث کو پس پشت ڈال کر بدعت کی تقسیم کو غلط قرار دینا ضرور ان احادیث سے انحراف ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں طرح کی حدیثوں پر ایمان رکھیں اور دونوں کے تقاضے پر عمل کریں۔

وہابی علما کے تبصرے:

وہابی مذہب کے ایک بہت بڑے عالم و شیخ نوعِ دوم کی ایک حدیث: ”مَنِ ابتَدَعَ بِدْعَةً

(۱) عمدة القاري ج: ۱۱، ص: ۱۷۸، باب فضلِ مَن قام رمضان، دار الكتب العلمية، بيروت.

ضَلَالَةٍ" کی شرح کے ضمن میں لکھتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ "الدِّينِ الْخَالِصِ":

قَالَ فِي "الْمِرْقَاةِ": قَيَّدَ بِهِ لِإِخْرَاجِ الْبِدْعَةِ الْحَسَنَةِ، وَزَادَ فِي "أَشِعَّةِ اللُّمَعَاتِ" لِأَنَّ فِيهَا مَصْلَحَةَ الدِّينِ وَتَقْوِيَتَهُ وَتَرْوِيجَهُ، اِنْتَهَى.

وَأَقُولُ: هَذَا غَلَطٌ فَاحِشٌ مِنْ هَذَيْنِ الْقَائِلَيْنِ؛ لِأَنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ لَا يَرْضَيَانِ بِدْعَةً أَيَّ بِدْعَةٍ كَانَتْ، وَلَوْ أَرَادَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- إِخْرَاجَ الْحَسَنَةِ مِنْهَا لَمَا قَالَ: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ." كَمَا وَرَدَ بِهَذَا اللَّفْظِ فِي حَدِيثٍ آخَرَ، بَلْ هَذَا اللَّفْظُ لَيْسَ بِقَيْدٍ ... وَأَمَّا ظَنُّ مَصْلَحَةِ الدِّينِ وَتَقْوِيَتِهِ فِيهَا فَمِنْ وَادِي قَوْلِهِ سُبْحَانَهُ: "إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ"(١)، ... وَلَا أَدْرِي مَا مَعْنَى قَوْلِهِ تَعَالَى: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا"(٢) إِنْ كَانَتْ تِلْكَ الْمَصْلَحَةُ فِي تَرْوِيجِ الْبِدْعَاتِ يَا اللهُ! الْعَجَبُ مِنْ أَمْثَالِ هَذِهِ الْقَالَةِ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ فِي إِشَاعَةِ الْبِدَعِ إِمَاتَةَ السُّنَنِ وَفِي إِمَاتَتِهَا إِحْيَاءَ الدِّينِ. (اھ ملتقطاً)(٣)

ترجمہ: "الدین الخالص" کے (وہابی) مصنف لکھتے ہیں کہ مرقاۃ المفاتیح میں ہے کہ حدیث: "بِدْعَةً ضَلَالَةٍ" میں ضَلالت کی قید "بدعتِ حسنہ" کو نکالنے کے لیے ہے، اور اشعۃ اللمعات میں یہ اضافہ ہے کہ بدعتِ حَسَنہ میں دین کی مصلحت اور تقویت و ترویج ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ دونوں قائلین کی فحش غلطی ہے اس لیے کہ اللہ و رسول بدعت سے راضی نہیں، خواہ کوئی بدعت ہو، اور اگر نبی کریم ﷺ بدعتِ ضلالۃ سے حَسَنہ کو نکالنا چاہتے تو یہ نہیں فرماتے کہ "ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر نوپیدا کام بدعت ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے" جیسا کہ دوسری حدیث میں یہ لفظ وارد ہے، بلکہ یہ لفظ قید نہیں ہے... اور بدعت میں دین کی مصلحت و تقویت کا گمان

---

(١) القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات:٤٩، الآیۃ: ١٢.

(٢) القرآن الحکیم، سورۃ المائدۃ:٥، الآیۃ: ٣.

(٣) تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي، ج: ٢، ص: ٢٠٣٦، كتاب العلم/ باب ما جاء في الأخذِ بالسنة، و اجتنابِ البِدَع، بيت الأفكار الدولية.

اللہ سبحانہ کے ارشاد: '' بعض گمان گناہ ہیں '' کی وادی سے ہے، اور اگر دین کی مصلحت بدعات کی ترویج میں ہو تو میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے: '' آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ '' . . . یا اللہ! ان جیسے قائلین سے تعجب ہے، انھیں یہ معلوم نہیں کہ بدعتوں کے رواج سے سنتیں مردہ ہو جاتی ہیں، اور بدعتوں کو مٹا دینے سے دین زندہ ہوتا ہے۔

تبصرے پر چشم کشا گفتگو:

(ا) جناب! انھیں خوب معلوم ہے کہ بدعت رافعِ سنت ہوتی ہے مگر کیا ''مَنْ سَنّ في الإسلام سُنّةً حَسَنةً'' والی بدعت بھی رافعِ سنت ہے، اگر یہ بھی رافعِ سنت ہے تو اس پر حضور سید عالم ﷺ نے بے پناہ ثواب کی بشارت کیسے دی ہے فَلَهٗ أجرُها و أجرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بعدُ.

(ب) صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن النسائی، مسند احمد وغیرہ کثیر کتب حدیث کی اپنی ہیئتِ خاص پر جمع و ترتیب بدعت حَسَنہ ہے تو اس میں دین کی مصلحت اور تقویت و ترویج ہے، یا نہیں؟

یوں ہی قرآن حکیم کی آیات پر اعراب اور مد و تشدید لگانے، اور وقف و سکتہ کی علامات کے تعیّن میں دین کی تقویت و ترویج و مصلحت ہے یا نہیں۔ اور کیا یہ کمالِ دین و اتمامِ نعمت کے منافی ہے، کیا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث: '' مَنْ سَنَّ فِي الإسلامِ سُنّةً حَسَنَةً'' دین سے نہیں ہے۔

جناب! معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیثیں بھی کمالِ دین و اتمامِ نعمت کا ایک عظیم حصہ ہیں۔

(ج) نوع دوم کی احادیث سے بدعت کی تقسیم نا قابلِ انکار حقیقت ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے اب ان کو نظر انداز کر کے صرف نوع اول کی حدیثوں کو سامنے رکھ کر اس تقسیم پر یہ '' محققانہ اعتراض'' قابل داد ہے۔

حضرت فاروق اعظم پر ایک وہابی عالم کی تنقید:

اور فرقۂ وہابیہ کے ایک بہت بڑے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی تو بہت آگے بڑھ گئے اور کُلُّ بدعةٍ کا سہارا لے کر حضرت فاروق اعظم پر بھی بڑی بے باکانہ تنقید کر ڈالی، الفاظ یہ ہیں:

إذا عرفتَ هذا، عرفتَ أنّ عمر هو الذي جَعَلَها على معيّن، و سمّاها بدعةً.
و أمّا قوله: "نِعْمَ البدعةُ" فليس في البدعة ما يُمدَح، بل كلٌّ بدعةٍ ضلالةٌ... فإنه ليس المراد "بسُنّةِ الخلفاء الراشدين" إلّا طريقتهم الموافقةَ لطريقتِهِ مِن جهاد الأعداء و تقوية شعائر الراشدين و نحوها ... و معلومٌ مِن قواعدِ الشّريعة أنه ليسَ لِخليفة راشدٍ أن يشرع طريقةً غيرَ ما كانَ عليه النبيّ -صلى الله تعالىٰ عليه و اٰلهٖ و أصحابهٖ و سلم-، ثمّ إنّ هٰذا عمرُ نفسُه، الخليفة الراشد سمّیٰ ما راٰهُ مِن تجميعِ صلاته ليل رمضان بدعة، و لم يقل إنّها سنّة. اهـ ملتقطاً.(۱)

ترجمہ: تم کو یہ معلوم ہو چکا کہ حضرت عمر نے ہی امام معین کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز تراویح کا حکم دیا اور اسے "بدعت" کہا۔

رہا ان کا اسے "اچھی بدعت کہنا": تو بدعت میں کوئی ایسی بات نہیں جو اچھی ہو، بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے... اور "سنت خلفاے راشدین" سے مراد صرف ان کا وہ طریقہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے موافق ہو یعنی دشمنوں سے جہاد اور شعائر دین کی تقویت اور اس طرح کے دوسرے کام۔ اور قواعدِ شریعت سے یہ بات معلوم ہے کہ کسی خلیفۂ راشد کے لیے یہ حلال نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کے طریقے کے سوا کوئی اور طریقہ جاری کرے، پھر بے شک خلیفۂ راشد حضرت عمر نے شب رمضان میں تراویح کی جماعت قائم کرانے کو بدعت کہا، اور یہ نہیں کہا کہ وہ سنت ہے۔

اس تنقید کی بنیاد اُس امر پر ہے جو انھوں نے "انتقاد" میں لکھا، ان کے کلمات یہ ہیں:

إنّ كلّ بدعة ضلالة علیٰ إطلاقِها كما وردت به الأخبار المستفيضة عن رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه و اٰلهٖ و أصحابهٖ وسلّم- و لا يوجد لتقسيمها رائحة في السنّة.(۲)

ترجمہ: بے شک ہر بدعت علی الاطلاق گمراہی ہے جیسا کہ اس بارے میں اخبارِ مشہورہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے وارد ہیں اور سنت میں بدعت کی تقسیم کی بو بھی نہیں پائی جاتی۔

---

(۱) الانتقاد الرّجيح في شرح الاعتقاد الصحيح، ص: ۱۸۸، ۱۸۹، دار ابن حزم، بيروت
(۲) الانتقاد الرّجيح في شرح الاعتقاد الصحيح، ص: ۲۱۴، دار ابن حزم، بيروت

تنقید پر تحقیقی نظر:

(الف) دیکھ رہے ہیں آپ، ہم نے صریح احادیث و آثار پیش کیے جن سے بدعتِ حَسَنہ و بدعتِ سَیِّئہ کی تقسیم ثابت ہوتی ہے مگر نواب صاحب کو اس کی بو بھی نہ مل سکی، شاید ان کو ان احادیث و آثار کی بو ہی نہیں لگی، پھر تقسیم کی خوشبو مشام جان تک کیسے پہنچتی، یا بو پہنچی مگر کلّ بدعۃ ضلالۃ کی بو ان پر غالب رہی اس لیے محسوس نہ کر سکے۔ واقعہ جو بھی ہو، اب تو دونوں انواع کی حدیثیں آپ کے پیشِ نظر ہیں، اور جب حدیثیں کئی انواع کی ہوں تو ان کے الگ الگ اطلاق اور محمل کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور خدا توفیق دے تو اسے تسلیم بھی کر لینا چاہیے۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا، حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں:

حَسَنہ اور سَیّئہ

اور ضلالت یا گناہ "بدعتِ سیّئہ" ہے، تو اسی حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حدیث نبوی:

"کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ" میں "بِدْعَةٍ" سے مراد "بِدْعَةٍ سَيِّئَةٍ" ہے۔ کیوں کہ احادیث میں بدعت کا اِطلاق سُنّت کے مقابل ہوتا ہے اور ایسی بدعت جو سنت کے مقابل و مُزاحم ہو بلا شبہہ ضَلالت ہی ہوگی۔

مختصر یہ کہ حدیث میں جہاں بدعت کا لفظ مطلق ہو وہ ضلالت ہے اور جہاں وہ سَيِّئة یا ضَلالَة یا لَا يَرضاهَا اللهُ وَرَسُولُه یا مَا لَيسَ فِيهِ وغیرہ سے مقید ہو وہ بھی ضَلالَت ہے۔

لیکن جہاں حدیث نبوی میں "بدعت" کو حسنة، یا خَیر کہا گیا ہو، یا اس پر له في الجنة مثله کی بشارت ہو۔ کیا وہ بھی ضَلالت ہے، اگر آپ کی ضد یہی ہے تو پورے ذخائر حدیث سے کوئی ایک حدیث ایسی پیش کیجیے جس میں "بدعت" کو ● حسنہ یا ● خیر کہا گیا ہو ● یا اس پر جنت کی بشارت ہو، پھر بھی سرکار ابد قرار نے اسے ضَلالَة فرمایا ہو،

الحمد للہ آج تک فرقۂ وہابیہ نے نہ ایسی حدیث پیش کی ہے، نہ آیندہ پیش کر سکیں گے، اس لیے حضور سید عالم ﷺ نے بدعت کی جو تقسیم فرمائی ہے وہ حق و صواب ہے۔ اور یہ دونوں انواع کی حدیثوں کی بہت صاف و شفاف توضیح و تطبیق ہے۔

(ب) "بدعتِ حسنہ" فی الواقع "ثابت بالسُّنّہ" ہوتی ہے مگر چوں کہ وہ

"طریقہ" رسول اللہ ﷺ نے جاری نہیں فرمایا اس لیے اسے عرفِ مسلمین میں سنت نہیں کہتے تاکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "جاری کردہ طریقۂ حسنہ" اور امتِ مسلمہ کے "جاری کردہ طریقۂ حسنہ" میں فرق و امتیاز برقرار رہے، یہ امت کا حُسنِ ادب ہے اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حسنِ ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے جماعتِ تراویح کے اہتمام کو "نِعْمَتِ البِدْعَۃُ ھٰذِہٖ" فرمایا، مگر نواب صاحب نے ان پر بیجا تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ "خلیفۂ راشد نے اسے خود بدعت کہا ہے، سنت تو نہیں کہا" اور یہ نہ دیکھا کہ انھوں نے اس کے ساتھ "نِعْمَت" بھی فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ "جماعت" بدعت تو ہے مگر حسنہ ہے اور بدعتِ حسنہ فی الواقع ثابت بالسُّنّہ ہی ہوتی ہے مگر ایک باریک فرق اور حسنِ ادب کی بنا پر اسے بدعت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہی وہ بدعت ہے جسے بلانکیر تمام صحابۂ کرام نے قبول کیا، بعد کے خلفاے راشدین نے بھی اسے جاری رکھا اور آج تک وہ طریقۂ حسنہ جاری ہے یہاں تک کہ حرمین طیبین زادھما اللہ شرفاً وّ تکریماً میں آج بھی جاری ہے جب کہ وہاں وہابی حکومت ہے۔ تو کیا آپ لوگوں کے نزدیک عہد فاروقی و مابعد کے تمام صحابہ، تابعین، خلفاے راشدین اور قرناً فقرناً آج تک کے جملہ مسلمین اُس طریقۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوکر بدعتِ ضلالت کے مرتکب اور گمراہ ہیں- معاذ اللہ- یہی ہے سلفیت، اور اسی کا نام ہے عمل بالحدیث؟

بدعت کی وہابی تعریف اور اس کا جائزہ:

گزشتہ صفحات میں ہم نے جو احادیث نقل کی ہیں ان سے بدعت کا مفہوم واضح ہوکر یہ سامنے آتا ہے کہ دین میں جو بھی نیا کام ایجاد ہو اس میں دیکھا جائے کہ وہ خیر ہے یا شر، بلفظ دیگر وہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہے یا ان سے متصادم۔ اگر وہ بجاے خود خیر ہو، کتاب و سنت سے ماخوذ ہو تو بدعتِ حسنہ ہے اور اگر وہ شر ہو، کتاب و سنت سے متصادم ہو تو بدعتِ سَیِّئہ ہے۔

اس کے برخلاف فرقۂ وہابیہ یہ موقف اپناتا ہے کہ خیر القرون کا نیا کام اچھا ہے اور اس کے بعد کا نیا کام بدعت و ضلالت ہے، انھوں نے کسی نو پیدا کام کے بدعت ہونے، نہ ہونے کی بنیاد خیر القرون میں اس کی ایجاد ہونے، نہ ہونے پر رکھی ہے، چناں چہ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

البدعةُ الشرعيّة: الأمرُ الحادثُ في الدّين بعد القرون الثلاثة المشهودِ لها بالخير، لم يدل عليها دليلٌ من الكتاب و السّنة، و كل بدعةٍ ضلالةٌ، و هي كثيرة سيما في عصرنا هٰذا، فإنّهم قد أحدَثوا في الدين أشياءَ ما كانت في عهد النّبي - صلى الله تعالىٰ عليه و آله و أصحابهٖ و سلم - كعقد مجلس الميلاد، و القيام عند ذكر الولادة.(۱)

ترجمہ: بدعت شرعیہ وہ امر ہے جو تینوں قرونِ خیر کے بعد دین میں حادث ہو، اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ ہو۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے اور خصوصًا ہمارے زمانے میں یہ بدعت بہت ہے کیوں کہ لوگوں نے دین میں ایسی چیزیں ایجاد کر لی ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے زمانے میں نہ تھیں جیسے محفل میلاد کا انعقاد، اور ذکرِ ولادت کے وقت قیام، اور عید میلاد النبی کی ایجاد۔

محفل میلاد شریف کے انعقاد، اور ذکرِ ولادت کے وقت قیام اور جشن عید میلاد کو بدعتِ ضلالہ سے اس لیے شمار کیا ہے کہ یہ امور عہد رسالت و عہد صحابہ میں نہ تھے حالاں کہ یہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں اور ان کی اصل کتاب و سنت سے ثابت ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب بیان کریں گے تو اگرچہ یہ لکھا ہے کہ ” اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ ہو“ مگر بنیاد عہد رسالت و عہد صحابہ میں نہ ہونے پر رکھی ہے۔ حالاں کہ جن احادیث میں بدعت کا ذکر ملتا ہے ان میں ” امرِ حادث“ کے قرونِ خیر میں ہونے، نہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ملتا، بلکہ تینوں قرونِ خیر میں بھی بدعت کے لیے اس قید کا ذکر نہیں ملتا، کم از کم سلفیوں کو تو علماے سلف سے بدعت کی یہ تعریف نقل ہی کرنی چاہیے، بلکہ اہل حدیث ہیں تو حدیثِ نبوی بھی نقل کرنی چاہیے۔

اور حدیث ” خَيْرُ النَّاسِ قَرنِي“(۲) یا ” خَيرُ القُرونِ قَرنِي“(۳) کی بنا پر بدعت کی

---

(۱) کنز الحقائق ص: ۵، فصل: البدعة، شوکت اسلام، بنگلور

(۲) عن عبد الله، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه و سلم قال: خَيْرُ الناسِ قَرنِي، ثُمّ الذين يلونهم، ثمّ الذين يلونهم. (الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۳۰۹، باب فضل الصحابة، مجلس البركات) سب سے بہتر لوگ میرے قرن کے ہیں، پھر اس کے بعد والے قرن کے، پھر اس کے بعد والے قرن کے۔ ۱۲ منہ

(۳) مسند البزار، ج: ۱، ص: ۳۷۳/ حديث أبي برزة الأسلمي عن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم-.

تعریف میں "قرونِ خیر میں نہ ہونے" کی قید لگانی بجانہیں، اس کی تفہیم کے لیے ہم اس مقام پہ مجدد اسلام، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کتاب مستطاب سے چند نکات پیش کرتے ہیں جو کسی بھی منصف مزاج کی تشفی کے لیے کافی ہوں گے، آپ رقم طراز ہیں:

بدعت کی تعریف کے لیے حدیث: "خیر القرون قرنی" سے وہابی استدلال کا تحقیقی جائزہ مختلف حیثیتوں سے

جائزہ (۱)

شرعاوعقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع، یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں:

حضرات مانعین کا تمام طائفہ (غیر مقلدوں کا گروہ) اس مرض میں گرفتار ہے کہ قرون و زمان کو حاکم شرعی بناتا ہے، جو نئی بات کہ قرآن و حدیث میں اپنی موجودہ ہیئت و شکل کے ساتھ مذکور نہ ہو جب فلاں زمانے میں ہو تو کچھ بُری نہیں اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت و گمراہی ہے حالاں کہ شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع، یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں، نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بُرا کام کسی زمانے میں ہو بُرا ہے۔ آخر:

- بلوائے مصر
- وواقعۂ کربلا
- وحادثۂ حرہ
- وبدعاتِ خوارج
- وشناعاتِ روافض
- وخباثاتِ نواصب
- وخرافاتِ معتزلہ
- وغیرہاامور شنیعہ

زمانۂ صحابہ و تابعین میں حادث ہوئے مگر معاذ اللہ اس وجہ سے وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے۔ (کہ یہ خیر القرون میں رونما ہوئے) اور:

- بنائے مدارس
- تصنیفِ کتب
- تدوینِ علوم
- ردِّ مبتدعین

❀ تعلیم نحو وصرف ❀ طرق اذکار

❀ صور اشغالِ اولیاے سلاسل قدست أسرارھم.

❀ وغیرہا امور حسنہ

ان کے بعد شائع ہوئے مگر عیاذًا باللہ (اللہ کی پناہ) اس وجہ سے بدعت نہیں قرار پاسکتے۔

اس کا مدار نفسِ فعل کے حُسن وقبح پر ہے:

"جس کام کی خوبی صراحۃً یا اشارۃً قرآن و حدیث سے ثابت ہو وہ بے شک حَسَن ہوگا، چاہے کہیں واقع ہو، اور جس کام کی برائی تصریحًا یا تلویحًا وارد ہو، وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔"

جمہور محققینِ ائمہ وعلمانے اس قاعدے کی تصریح فرمائی اگرچہ منکرین براہِ سینہ زوری نہ مانیں،

امام ولی الدین ابوزرعہ عراقی کا قول پہلے گزرا کہ:

"کسی چیز کا نوپیدا ہونا موجبِ کراہت نہیں کہ بہتیری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جب کہ ان کے ساتھ کوئی مفسدۂ شرعیہ نہ ہو۔"

اسی طرح حکیم امت، حجۃ الاسلام محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بھی اوپر مذکور ہوا کہ:

"صحابہ سے منقول نہ ہونا باعثِ ممانعت نہیں، بُری وہ بدعت ہے جو کسی سنتِ مامور بہا کا رد کرے۔"(۱)

اور کیمیاے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ایں ہمہ گرچہ بدعت ست واز صحابہ و تابعین نقل نہ کردہ اند ولیکن نہ ہر چہ بدعت بود، نہ شاید، کہ بسیارے بدعت نیکو باشد... پس بدعتِ مذموم آں بود کہ بر مخالفتِ سنتے باشد۔"(۲)

(**ترجمہ:** یہ سب کچھ اگرچہ بدعت ہے اور صحابہ وتابعین سے منقول نہیں ہے لیکن ایسا نہیں کہ جو بدعت ہو اُسے نہ کیا جائے، کیوں کہ بہت سی بدعت اچھی ہوتی ہیں... بدعتِ مذموم وہ ہے جو کسی سنت کے مخالف ہو۔ ن)

---

(۱) إحياء علوم الدين ج: ٦، ص: ١١٨٢، كتاب السّماع والوجد / الباب الثاني/ المقام الثالث/ الأدب الخامس.

(۲) کیمیاے سعادت، ج:۱، ص:۴۹۸، باب دوم/ اصل ہشتم/ آدابِ سماع ووجد، تہران.

امام نووی، حافظ بیہقی اور امام ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

المحدَثات من الأمور ضربان: أحدُهما: ما أحدث ممّا يخالفُ كتابًا أو سنةً أو أثرًا أو إجماعًا فهٰذه البدعة الضّالّة. و الثاني: ما أحدث من الخير و لا خلاف فيه لواحد من هذه و هي غيرُ مذمومة.[۱]

ترجمہ: نوپیدا باتیں دو قسم کی ہیں، **ایک** وہ بات کہ قرآن یا احادیث یا آثار یا اجماع کے خلاف نکالی جائے، یہ بدعت گمراہی ہے۔ **دوسرے** وہ اچھی بات کہ اِحداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بُری نہیں۔

امام، علامہ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری شرح صحیح بخاری" میں فرماتے ہیں:

والبدعةُ إن كانت ممّا تندرج تحتَ مُستحسَنٍ فهي حَسَنة، و إن كانت تندرج تحتَ مُستقبحٍ فهي مُستقبحة. و إلّا فمِن قسمِ المباح.[۲]

ترجمہ: بدعت ● اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے ● اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے ● اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو تو وہ قسمِ مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی۔

حدیث "خیرُ القُرون" سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہو گا شنیع و مذموم ٹھہرے گا:

بڑی مستند ان حضرات کی حدیث: "خيرُ القرون قرني"[۳] ہے اس میں بحمد اللہ ان کے

(۱) المدخل إلى السّنن الكبرى، ص:۲۰۶، بابُ ما يذكر مِن ذمّ الرائ و تكلّفِ القياس في موضع النصّ.

(۲) فتح الباری ج: ٤، ص: ۳۲۱، کتاب التراویح/ باب فضل من قام رمضان، دار السلام الریاض.

(۳) البحر الزخار المعروف بـ مسند البزار، ج: ۱۰، ص: ۳۷۳/ حديث أبي برزة الأسلمي عن النبي –صلى الله تعالى عليه وسلم–.

مطلب کی بو بھی نہیں، حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ:

"میرا زمانہ سب سے بہتر ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا" اس کے بعد جھوٹ اور خیانت اور تن پروری اور خواہی نہ خواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے گا۔"

اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصلِ شرعی، یا عام، یا مطلق مامور بہٖ کے تحت میں داخل ہو شنیع و مذموم ٹھہرے گا، جو اس کے ثبوت کا دعویٰ رکھتا ہو بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔

اے عزیز! یہ تو بالبداہتہ باطل کہ زمانۂ صحابہ و تابعین میں شر مطلقًا نہ تھا، نہ ان کے بعد خیر مطلقًا رہی، ہاں! اس قدر میں شک نہیں کہ سلف میں اکثر لوگ خدا ترس، متقی، پرہیزگار تھے، بعد کو فتنے، فساد پھیلتے گئے، پھر یہ کن میں؟ یہ انھی لوگوں میں جو علم و محبتِ اکابر سے بہرہ نہیں رکھتے، ورنہ علمائے دین ہر طبقہ اور ہر زمانہ میں منبع و مجمعِ خیر رہے ہیں، مگر ہوا یہ کہ ان زمانوں میں علم بکثرت تھا، کم لوگ جاہل رہتے تھے اور جو جاہل تھے وہ علما کے فرماں بردار۔ اس لیے شر و فساد کو کم دخل ملتا کہ دینِ متین دامنِ علم سے وابستہ ہے۔

اس کے بعد علم کم ہوتا گیا، جہل نے فروغ پایا، جاہلوں نے سرکشی و خودسری اختیار کی، لاجرم فتنوں نے سر اٹھایا، اب یہ یہیں نہ دیکھ لیجیے کہ صدہا سال سے علمائے دین مجلس (میلاد) وقیام کو مستحب و مستحسن کہتے چلے آتے ہیں تم لوگ ان کا حکم نہیں مانتے، انھی سرتابیوں نے اس زمانے کو زمانۂ شر بنا دیا، تو یہ جس قدر مذمتیں ہیں اس زمانۂ مابعد کے جُہّال کی طرف راجع ہیں (یعنی جاہلوں کے بارے میں ہیں۔) ان سے کون استدلال کرتا ہے، نہ ہمارا یہ عقیدہ کہ جس زمانہ کے جاہل جو بات چاہیں اپنی طرف سے نکال لیں وہ مطلقًا محمود ہو جائے گی۔

کلام، علما (کے حَسَن یا قبیح سمجھنے) میں ہے کہ جس امر کو یہ اکابرِ امت مستحب و مستحسن کہیں وہ بے شک مستحب و مستحسن ہے چاہے کبھی واقع ہو، کہ علمائے دین کسی وقت میں مصدر و مظہرِ شر نہیں ہوتے۔

والحمدُ للہ ربّ العٰلمین۔

جائزہ (۳)

احادیث میں کسی زمانے کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان مذکور ہونا اس زمانے کے "محدثات" کے خیر ہونے اور مابعد کے شر ہونے کو مستلزم نہیں:

اگر کسی زمانے کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے "محدَثات" **خیر** ٹھہریں اور مابعد کے **شر**، تو اکثر زمانۂ صحابہ و تابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھیے۔

(٢٤) أخرج الحاكمُ و صحّحه عن أنس -رضي الله تعالىٰ عنه- قال: بعثني بنو المصطلق إلىٰ رسول الله -صلّى الله تعالىٰ عليه و سلم- فقالوا: سل برسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه و سلم- إلىٰ من ندفع صدقاتِنا بعدَك، فقال: إلى أبي بكر ، قال: فإن حدث بأبي بكر حدثٌ فإلىٰ مَن؟ فقال: إلى عُمر، قالوا: فإن حَدَثَ بعُمرَ حَدثٌ؟ فقال لي: إلىٰ عثمان، قالوا: فإن حَدَثَ بعثمان حَدَثٌ؟ فقال: فتبًّا لكم الدهر، فتبًّا، اهـ ملخصًا.[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے بنی مُصطلق نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ حضور سے پوچھو کہ حضور کے بعد ہم اپنے اموال کی زکات کسے دیں؟ فرمایا ابو بکر کو

- عرض کی اگر ابو بکر کو کوئی حادثہ پیش آئے- فرمایا: عمر کو
- عرض کی اگر عمر کو کچھ حادثہ پیش آئے - فرمایا عثمان کو
- عرض کی اگر عثمان کو کوئی حادثہ منہ دکھائے- فرمایا: خرابی ہو تمھارے لیے ہمیشہ، پھر خرابی ہے۔

(٢٥) وأخرج أبونعيم في الحلية، والطبراني عن سهل بن أبي خَيثَمة

---

(١) المستدرك على الصحيحين للحاكم، ج: ٣، ص: ٧٧، كتاب معرفةِ الصحابة/ باب أمر النبي -صلى الله تعالىٰ عليه و سلم- لأبي بكر بإمامة الناس في الصلاة.

رضي الله تعالیٰ عنه في حديثٍ طويلٍ. قال صلّی الله تعالیٰ عليه وسلم: إذا أتیٰ علی أبي بکر أجَلُه و عُمرَ أجَلُه و عثمانَ أجلُه، فإن استطعتَ أن تموتَ فمُتْ.(۱)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: جب انتقال کریں ابوبکر و عمر و عثمان تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مر جائے تو مر جانا۔

(۲۶) أخرج الطبراني في الکبیر عن عصمة بن مالك رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله -صلی الله تعالیٰ علیه وسلم-: ويحك إذا مَات عمر، فإن استَطَعْتَ أنْ تموت فمت.(۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس، جب عمر فوت ہو جائیں تو اگر تو مر سکے تو مر جانا۔

حَسَّنَهُ الإمَام جلالُ الدِّيْن و فِي الحديث قصةٌ.

اب تمھارے طور پر چاہیے کہ زمانۂ پاک حضراتِ خلفاے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، بلکہ صرف زمانۂ شیخین (حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق) رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک خیر رہے، پھر جو کچھ حادث ہو اگرچہ عین خلافتِ حقۂ راشدہ سیدنا و مولانا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں، وہ معاذ اللہ سب • شر • و قبیح • و مذموم • و بدعتِ ضلالت قرار پائے، خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے۔

اور مزہ یہ ہے کہ ان احادیث کے مقابل حدیث "خیر القرون" بھی نہیں لا سکتے کہ تمھارے امام اکبر مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی انھی احادیث اور ان کے اَمثال پر نظر کر کے حدیث "خیرُ القرون" کے معنی ہی کچھ اور بتا گئے ہیں، دیکھیے "اِزالۃ الخفا" میں کیا کچھ فرمایا ہے، حدیث "خیر القرون" ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"بنائے ایں استدلال بر توجیہ صحیح ست کہ اکثر احادیث شاہد آن ست کہ **قرنِ اول** از زمانۂ ہجرت آن حضرت ست ﷺ تا زمانۂ وفاتِ وے ﷺ، **وقرن ثانی** از ابتداے خلافتِ حضرتِ صدیق تا وفاتِ حضرتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، **وقرن ثالث** قرنِ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

و ہر قرنے قریب بہ دوازدہ سال بودہ است۔ "قرن" در لغت قوم "مقترنین فی السِّن" بعد ازاں قومے را کہ در ریاست و خلافت مقترن باشد قرن گفتہ شد، چوں خلیفہ دیگر باشد و وُزراے

---

(۱) حلية الأولياء لأبي نعيم ج: ۸، ص: ۲۸۰/ سالم الخواص، مطبعة السعادة.

(۲) المعجم الکبیر للطبراني ج: ۱۷، ص: ۱۸۰—۱۸۱/ مَن اسمه عصمة، رقم الحديث: ٤٧٨.

حضور دیگر و اُمرائے اَمصار دیگر و رؤسائے جیوش دیگر و سپاہان دیگر و حربیان دیگر و رزمیان دیگر تفاوت قرون بہم می رسد۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"قرنِ اوّل زمان آں حضرت ﷺ بود از ہجرت تا وفات، و قرن ثانی زمان شیخین، و قرن ثالث زمان ذی النورین بعد ازاں اختلافہا پدید آمد و فتنہا ظاہر گردیدند۔"

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اکثر احادیث اس امر کی شاہد ہیں کہ:

قرنِ اوّل: آنحضرت ﷺ کا زمانہ ہے، ہجرت سے وصال تک۔

قرنِ ثانی: حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زمانہ ہے۔

قرنِ ثالث: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہے۔

ہر قرن تقریباً بارہ سال کا ہے، اس کے بعد فتنے ظاہر ہو گئے۔

بالجملہ اس قدر میں تو شک نہیں کہ یہ معنی بھی حدیث میں صاف محتمل اور بعد احتمال کے استدلال یقیناً ساقط۔ و الحمد للہ ربّ العلمین.

جائزہ (۴)

حدیث میں کسی زمانے کی تعریف آنا اس زمانے کے محدثات کے خیر ہونے کا موجب نہیں:

اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اسی کا موجب ہو کہ اس کے مُحدَثات خیر قرار پائیں تو بسم اللہ، وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ

(۲۷) امام ترمذی نے بسندِ حسَن حضرت انس، اور امام احمد نے حضرت عمار بن یاسر، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عمار بن یاسر و سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، اور محقق دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ میں بنظر کثرتِ طُرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

مَثَلُ أمتي مثلُ المطر لا يُدرىٰ أوله خير أم آخره.[1]

(۱) ● جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۱۱۰، أبواب الأمثال/ باب ما جاء مثل الصلوات الخمس، مجلس البركات.

● مشكاة المصابيح، ج: ۲، ص: ۵۸۳، بابُ ثوابِ هذه الأمة/ الفصل الثاني، مجلس البركات.

ترجمہ: میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینہ کہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا اگلا بہتر ہے یا پچھلا۔

شیخ محقق شرح میں لکھتے ہیں:

کنایہ است از بودنِ ہمہ امت خیر چناں کہ مطر ہمہ خیر و نافع ست۔[1]

ترجمہ: یہ ارشاد ساری امت کے خیر ہونے سے کنایہ ہے جیسا کہ ساری بارش خیر و نافع ہوتی ہے۔ (ن)[2]

(۲۸) امام مسلم اپنی صحیح میں حضور اقدس ﷺ سے راوی:

لاتزال طائفةٌ من أمتي قائمة بأمر الله لايضرُّهم مَن خذلهم أو خالفهم حتّٰی یأتي أمر الله وهم ظاهرون علی الناس.[3]

ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا، انھیں نقصان نہ پہنچائے گا جو انھیں چھوڑے گا، یا ان کا خلاف کرے گا یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آئے گا، اس حال میں کہ وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔

کہیے اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص، اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور جو علما و عرفاے مابعد میں بلحاظ اصول۔ عموم و اطلاق۔ شائع ہوئے، و الحمد لله.

---

(۱) أشِعّةُ اللمعات، ترجمة وشرح مشكاة فارسي، ج:٤، ص:٧٥٣، بابُ ثوابِ هذه الأمة/ الفصل الثاني، مطبع: تیج کمار، لکھنؤ.

(۲) رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ دعوی کہ "خیریت، ازمنۂ ثلاثہ میں مخصوص اور قرونِ مابعد محض شر" مردود ہے۔... آیۂ کریمہ: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (القرآن الحکیم، سورۃ آل عمران: ۳، الآیۃ: ۱۱۰)

[لوگوں میں جو امتیں ظاہر ہوئیں تم ان میں سب سے افضل ہو۔]

اور آیۂ کریمہ: "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ." (القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ، ۲، الآیۃ: ۱۴۳)

[بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمھیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگ گواہ ہو۔] و دیگر آیات و احادیث کہ فضلِ امتِ مرحومہ اور اس کی خیریت میں بدون تخصیص کسی قرن و عصر کے وارد، اس دعوی کے رد میں کافی۔

بلکہ طریقِ جمع و تطبیق آیات و احادیث اسی میں منحصر کہ یہ امت بتمامہا خیر الامم اور ہر قرن اس کا خیر ہے۔ اور قرنِ صحابۂ کرام افضل القرون اور بہ جہت قربِ عہدِ نبوت اشرف و اکمل۔ اور بعض قرونِ مابعد بعض سے بنظر بعض وجوہ، خیریت میں اتم۔"

(اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص: ۸۲، ۸۳، امام احمد رضا اکادیمی. ۱۲ منه

(۳) الصحيح لمسلم: ج:۲، ص: ۱۴۳، كتاب الإمارة/ باب قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تزال طائفة من أمتي، مجلس البركات.

جائزہ (۵)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں ہونا مدار خیریت نہیں:

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے محاورات و مکالمات دیکھیے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانے میں ہونے نہ ہونے پر مدارِ خیریت نہیں، دیکھیے بہت نئی باتیں کہ زمانۂ پاک حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ تھیں ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں اور وہ انھیں برا کہتے اور نہایت تشدّد و انکار فرماتے، اور بہت تازہ باتیں حادث ہوتیں کہ ان کو بدعت و مُحدَثات مان کر خود کرتے اور لوگوں کو اجازت دیتے اور خیر و حسن بتاتے۔

(۲۹) امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں:

" نعمتِ البدعة هذه."[۱] کیا اچھی بدعت ہے یہ۔

(۳۰) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز چاشت کی نسبت فرماتے ہیں:

إنّها بدعة و نعمت البدعة، و إنها لمن أحسنِ ما أحدث الناس.[۲]

ترجمہ: بے شک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے اور بے شک وہ ان بہتر چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نئی نکالیں۔

(۳۱) سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أحدثتم قيام رمضان، فدوموا عليه و لا تتركوه.

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۲۶۹، كتاب الصوم/ باب فضلِ مَن قام رمضان، "قال عمرُ: نِعمَ البِدعَةُ هٰذه" وقال الإمام الكرماني: وفي بعض الرّوايات: "نعمتِ البدعةُ" ۱۲ منه.

(۲) ● المؤطا برواية محمد بن الحسن ص: ۱۴۲، ۱۴۳، كتاب الصلاة، مجلس البركات.
عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج:۵، ص: ۵۴۱، دار الفكر، في باب صلاة الضحىٰ في السّفر، عن سعيد بن منصور بإسناد صحيح، وعن ابن أبي شيبة بإسناد صحيح . . . قال القاضي: وروى عنه: ما ابتدع المسلمون بدعة أفضل مِن صلاة الضُّحىٰ.
وكذا روي عن مرّة، نقلهُ العيني في العمدة، ج:۵،ص:۵۴۷، في باب صلاة الضحىٰ في السّفر. ۱۲ منه

ترجمہ: تم لوگوں نے قیام رمضان نیا نکالا، تو اب جو نکالا ہے تو ہمیشہ کیے جاؤ اور ات کبھی نہ چھوڑنا۔

دیکھو یہاں تو صحابہ نے ان افعال کو بدعت کہہ کر حسن کہا۔

(۳۲) اور انھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے مسجد میں ایک شخص کو تثویب کہتے سن کر اپنے غلام سے فرمایا:

اخرج بنا من عند هذا المبتدع.[1]

ترجمہ: نکل چل ہمارے ساتھ اس بدعتی کے پاس سے۔

(۳۳) سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ آواز پڑھتے سنا، فرمایا:

أي بُنيَّ! محدث، إياك والحدث.[2]

ترجمہ: اے میرے بیٹے! یہ نو پیدا بات ہے، بچ نئی باتوں سے۔

یہ فعل بھی اس زمانہ میں واقع ہوئے تھے انھیں بدعتِ سیئہ مذمومہ ٹھہرایا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اپنے زمانہ میں ہونے، نہ ہونے پر مدار نہ تھا، بلکہ نفسِ فعل کو دیکھتے اگر اس میں کوئی محذورِ شرعی نہ ہوتا اجازت دیتے، ورنہ منع فرماتے اور یہی طریقہ بعینہٖ زمانۂ تابعین وتبعِ تابعین میں رائج رہا ہے۔ اپنے زمانہ کی بعض نو پیدا چیزوں کو منع کرتے، بعض کو جائز رکھتے اور اس منع و اجازت کے لیے آخر کوئی معیار تھی اور وہ نہ تھی، مگر نفس فعل کی بھلائی، برائی۔ تو باتفاق صحابہ وتابعین وتبعِ تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ:

حَسن، حَسن ہے اگرچہ نیا ہو
اور قبیح، قبیح ہے اگرچہ پرانا ہو

پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے، ہماری شرع بحمد اللہ ابدی ہے، جو قاعدے

---

(۱) المصنَّف للإمام عبد الرزاق ج: ۳، ص: ۴۷۵، كتاب الصلاة/ باب التثويب في الأذان والإقامة، من منشورات المجلس العلمي.

(۲) جامع الترمذي ج: ۱، ص: ۳۳، أبواب الصلاة/ باب ما جاء في ترك الجهر، مجلس البركات.

اس کے پہلے تھے قیامت تک رہیں گے۔[۱]

کلماتِ نبوت سے اہل سنت کی تعریفِ بدعت کی تائید و تفہیم:

حضور سید عالم ﷺ، پھر حضور کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے "بدعت حسنہ" کی شناخت ان الفاظ سے کرائی ہے:

- مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الإِسْلَامِ.
- مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذا مَا لَيْسَ مِنْهُ.
- بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَ لَا اٰبَاءُكُمْ.
- نَزَعَ اللهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا.
- وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً.
- مَنْ سَنّ في الإسلام سُنَّةً سَيِّئَةً.
- كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله تعالى عليه وسلم؟

قال عمرُ: هٰذا، واللهِ خيرٌ.

- نِعْمَ البدعةُ هٰذِهٖ. وغيرها من الأحاديث.

اور یہ تمام الفاظ عام یا مطلق ہیں، کسی زمانے سے ان کو خاص یا مقید نہیں کیا گیا ہے اس لیے ان الفاظ سے یہ بات بہت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ کسی چیز کے بدعت سیّئہ ہونے، نہ ہونے کی بنیاد کوئی زمانہ نہیں بن سکتا، کہ جو کام خیر القرون کے بعد ہو وہ بدعتِ سیّئہ ہو اور جو کام خیر القرون میں ہو وہ بدعت نہ ہو یہ تعریف نقلاً، عقلاً ہر طرح غلط ہے۔

بلکہ اس کی صحیح تعریف یہی ہے کہ نو پیدا کام کی اصل دین سے نہ ہو، یا وہ بجائے خود شر ہو تو وہ بدعت سیّئہ ہے اور ہر بدعت سیّئہ گمراہی ہے۔ اور اگر اس کی اصل دین سے ہو، بلفظ دیگر وہ بجائے خود خیر ہو تو بدعتِ حسنہ ہے۔

تو الفاظ حدیث سے بدعت کی تعریف بھی معلوم ہو جاتی ہے اور حسنہ و سیّئہ کی طرف اس کی تقسیم بھی۔ مگر فرقۂ وہابیہ ان دونوں امور میں احادیثِ صحیحہ سے انحراف کرتا ہے۔

---

(۱) الفتاوى الرضوية (ملتقطاً)، ج:۱۲، مِن ص:۷۸۔ إلى۔ ص:۸۲/ الرّساله: إقامةُ القيامة على طاعنِ القيام لنبيّ تهامه، رضا اكاديمى، ممبئى.